بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۱ ماہ نومبر ۲۰۱۳ء مطابق محرم الحرام ۱۴۳۵ھ شمارہ نمبر ۱۱

مدیر

خلیل الرحمان سجاد نعمانی

E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہِ اولیں	مدیر	۳
۲	محفلِ قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۱
۳	کسب معاش اور اسوۂ نبوی	مولوی عبدالعلیم	۲۳
۴	خطاب تعزیت	مدیر	۳۳
۵	حبیب بھائی مرحوم	مولانا عبدالمؤمن ندوی	۳۹
۶	گزر جائیں گے اہل درد.....	مولانا مفتی محمد اسلم امروہی	۴۵

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے — منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے واسطے حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب و جوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
ا۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بکڈپو طہٰ بکڈپو الطاف بکڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اترپردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زر تعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زر تعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی [1]) عمومی -/Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زر تعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : **Mr. RAZIUR RAHMAN**
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

❁ ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔ ❁

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸-یوپی، انڈیا- فون نمبر: Ph:0522-4079758

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ　　بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

[یہاں خانقاہ میں روزانہ عصر بعد جو مجلسی گفتگو یہ عاجز کرتا ہے اس میں کبھی کبھی جب باہر کے لوگ کم ہوتے ہیں، ہمارے معہد الامام ولی اللہ اور دارالعلوم امام ربانی کے اساتذہ وطلبہ میں سے کوئی کسی موضوع پر کچھ سوال کرلیتا ہے۔ اور یہ عاجز اس کے جواب میں کچھ عرض کرتا ہے۔ ایک دن معہد کے ایک عزیز طالب علم نے مصر اور عالم اسلام کے موجودہ حالات کی وجہ سے پھیلی ہوئی مایوسی اور اضطراب کے حوالے سے ایک سوال کیا؛ راقم نے اس کے جواب میں جو کچھ عرض کیا، اسکے بارے میں ہمارے کئی رفقاء اور طلبہ کا اصرار ہوا کہ اسے الفرقان میں بھی شائع کردیا جائے۔ چنانچہ ذیل میں وہی معروضات نظر ثانی اور حذف واضافہ کے بعد پیش کی جارہی ہیں ——— مدیر]

یہ سوال بہت اہم ہے۔ اللہ کا نام لے کر اسی سے مدد مانگتے ہوئے اس سلسلے میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

سب سے پہلے میں آپ کی توجہ اس مرحلے کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جس مرحلے پر اب دعوتِ اسلامی پہنچ چکی ہے۔ ہمیں اس کا ادراک ہونا چاہئے اور اگلے مراحل اور ان کے تقاضوں پر بھی ہماری نظر رہنی چاہئے۔

پچھلے کئی سو سال سے امت مسلمہ اپنے ایمانی وجود اور تہذیبی تشخص کے تحفظ کی لڑائی لڑ رہی ہے۔ پوری دنیا کی طاقتیں امت مسلمہ سے اس کی تہذیب اور اس کی شناخت کو چھین لینے اور اس کے اسلامی تشخص کو مٹا دینے کی بھرپور جدوجہد کررہی ہیں۔ ان کی پالیسیوں اور کوششوں کا ایک بہت بڑا ہدف مسلمانوں اور خصوصاً ان کی نئی نسلوں کو اپنے اندر ضم (assimulate) کرلینا رہا ہے۔

اِن کوششوں کے مقابلے میں اپنے زوال وانحطاط اور اپنی بے شمار کمزوریوں کے باوجود امت مسلمہ کی

کوششوں کا اصل نشانہ رہا ہے اپنے اسلامی تشخص کی بقا، اور اپنے ایمانی وجود اور تہذیبی شناخت کی حفاظت، اپنے آپ کو اور خاص کر اپنی نئی نسلوں کو کفر وشرک اور مادیت واباحیت کی مختلف قسموں میں ضم نہ ہونے دینا اور یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ شدید بے سروسامانی اور مختلف الجہات کمزوریوں کے باوجود امت مسلمہ کی یہ کوشش مجموعی حیثیت سے نہایت کامیاب رہی ہے، حالات کا یہ مثبت پہلو بھی ضرور ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر اللہ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ نہ کیا ہوتا، اور یہ بات طے نہ کر دی ہوتی کہ ہمیشہ اِس امت کے ایک گروہ کے ساتھ اس کی خاص مدد اور توفیق شاملِ حال رہے گی، تو بظاہرِ اسباب یہ امت بھی اپنی اسلامیت سے دستبردار ہو چکی ہوتی ———

اگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کے بعد ایک مغربی ملک میں عورتوں کے حجاب اور اسکارف پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، اور ساری حکومتیں دوسرے مسائل کے بجائے اسلام اور مسلمانوں ہی کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں، تو اس منفی صورت حال کے پیچھے چھپی ہوئی اس مثبت سچائی کو بھی ضرور دیکھئے کہ مسلمان اور خصوصاً ہماری نئی نسل اپنے دین اور اپنی تہذیب سے وابستگی کا اظہار کر رہی ہے، اور یہ چیز ان لوگوں کو بہت بری لگ رہی ہے جنھوں نے تمام تر منصوبہ بندی مسلم نوجوانوں کو اپنے اندر ضم کر لینے کی کی تھی، اور جس پر انہوں نے اپنے بہترین وسائل اور صلاحیتیں صرف کی تھیں ———

بہر حال میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح سخت ترین حالات اور مکمل بے سروسامانی کے باوجود امت مسلمہ کے نہتے عوام نے اپنی اسلامیت کو بچا کے رکھا ہے اور دفاعی کوششوں میں جو کامیابی حاصل کی ہے وہ ایسی چیز نہیں ہے جس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر آپ تصویر کے اس رخ کو دیکھیں گے تو آپ مایوسی اور خوف اور ''وہن'' کا شکار نہیں ہوں گے، آپ پُر امید رہیں گے اور آپ کے عزائم اور حوصلے بلند رہیں گے۔ بلا ادنیٰ سے مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ سخت نامساعد حالات اور مکمل بے سروسامانی کے باوجود مجموعی حیثیت سے اسلامیت اور اسلامی تشخص کے تحفظ کی جنگ میں ہم کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ دنیا کے شہروں اور دیہاتوں میں چلے پھرے بغیر اس بات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ امت مسلمہ کی طرف سے کیسی کیسی کوششیں اس سلسلے میں کی جا رہی ہیں کیونکہ شاید زیادہ کام وہ لوگ کر رہے ہیں، جو اخباروں میں چھپنے والے نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے قصور کا اعتراف کرنے کے ساتھ اللہ کی توفیق پر شکر بھی ادا کرنا چاہئے۔

اس موقع پر ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے تمام بندوں اور بندیوں کو اجر عظیم عطا فرمائے جن کی کوششوں اور قربانیوں کا اس عظیم جدوجہد میں کچھ بھی حصہ رہا ہے۔ یقینا ہم ان میں سے

بہت کم کو جانتے ہیں، لیکن جس رب ذوالجلال کی رضا پانے کے لئے انہوں نے کوششیں کی تھیں وہ اُن سب کو جانتا ہے۔ہم یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر طرح کی عصبیت اور تنگ نظری سے نکال کر اپنے دین کی مخلصانہ جدوجہد کرنے والے تمام ہی افراد اور حلقوں کی قدر ومحبت ہمارے دل مین جاگزیں فرمادے۔اور ہمیں بھی اسی گروہ میں شامل فرمادے۔

اب دنیا کے بعض ملکوں میں دین کے خدمت گزاروں نے اِس جدوجہد کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اس کی کوشش شروع کی ہے کہ صرف تحفظ اور دفاع کے مرحلے سے آگے بڑھ کر اپنے پورے معاشرے کو اسلام کے فطری اور انسانیت دوست نظام عدل کے ماتحت لائیں، تاکہ پوری ملکی آبادی کو اس کی برکتوں کے دیکھنے اور فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔اب جب یہ کوشش شروع ہوئی تو وہی ہوا جو ہونا تھا، یعنی کہ دنیا بھر کی مخالف طاقتوں نے اس کو ناکام بنانے کے لئے بھرپور وار کیا، اور ایک بار پھر ان کوشش کرنے والوں کے لئے سخت آزمائشوں کی بساط بچھ گئی۔

اِن خبروں سے ہر حساس اور دردمند مسلمان کے دل کو جو صدمہ پہونچا ہے وہ بالکل فطری چیز ہے۔اور گزشتہ تین ماہ سے زیادہ عرصہ سے جس طرح کے بھیانک مظالم کی خبریں آرہی ہیں، اور جس طرح مصری فوج اپنے ہی شہریوں پر جن میں بچے، بچیاں، عورتیں اور بوڑھے سب شامل ہیں بے تحاشا گولیاں برسارہی ہے اور جس طرح بعض مسجدوں میں اذان اور نماز کو روکا جارہا ہے، وہ سب جان کر دل ودماغ پر جو کچھ بھی گزر جائے کم ہے۔

لیکن.....یہی موقع ہے جب کہ ہمیں ایک طرف اپنے دل ودماغ کو اور اپنے ایمان اور اپنے حوصلے کو تھامنے اور اپنے عزم وارادے میں ذرہ برابر کمی نہ آنے دینے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔جیسا کہ ہر ایسے موقع پر اللہ تعالی اپنے رسول اور ان کے جاں نثار ساتھیوں سے مخاطب ہوکر ان کے عزم وحوصلے کو مضبوط رکھنے اور موقع محل کے مطابق اصلاح وتربیت کی غرض سے ہدایات دیا کرتے تھے —

ہمیں چاہئے کہ ہم ان قرآنی آیات پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔ہمیں حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے میڈیا کی طرف رجوع کے بجائے اللہ کے کلام کی طرف رجوع کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔یہ عادت یقیناً قابل اصلاح ہے کہ ہم جب کوئی دینی تقریر کریں یا مضمون لکھیں تب تو قرآنی زبان بولیں اور قرآن وحدیث کے حوالے دیں، لیکن عام طور پر ہمارے ذہن ودماغ پر صرف سیاسی وصحافتی انداز بیان ہی چھایا رہے، اور ہم جب بھی حالات پر غور کریں یا آپس میں تبادلۂ خیال کریں تو اللہ ورسول کی باتیں یاد ہی نہ آئیں۔ہماری یہ

بیماری اس قدر سنگین حد تک پہونچ گئی ہے کہ جب کوئی شخص حالات حاضرہ کے بارے میں قرآنی ونبوی طرز فکر پر کچھ اظہار خیال کرنے لگتا ہے تو ہمارے بہت سے اہل قلم اور دانشور حضرات اسے سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ہماری ملی تنظیموں کی میٹنگوں اور ہمارے مشاورتی اجلاسوں میں آئے دن اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

مثال کے طور پر میں آپ کی توجہ صرف ایک خداوندی ارشاد کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ سورۂ آل عمران میں غزوۂ احد میں پیش آنے والے حالات اور جیتی ہوئی بازی ہار جانے کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور اس کی اصل حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: **فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی مافاتکم ولا ما اصابکم**، یعنی پھر اللہ نے تمہیں دیا رنج پر رنج اور غم پر غم، تاکہ تم رنج نہ کیا کرو اس چیز کا جو ہاتھ نہ آئے اور اس مصیبت سے (بددل نہ ہوجایا کرو) جو تم پر آپڑے۔ ''اس سے بالکل صاف معلوم ہوا کہ یہ سنگین آزمائش جو ایک سزا کی صورت رکھتی تھی، واقعہ میں سزا اور پاداش نہ تھی، ایک تربیت کی صورت تھی، جیسا کہ مفسرین (بیضاوی وغیرہ) لکھتے ہیں تمرنوا علی الصبر فی الشدائد (تاکہ سخت سے سخت حالات کو جھیلنے کی مشق تمہیں ہوجائے)''۔[1]

مصر میں اخوان کے رہنماؤں کی طرف سے پوری قوم کو، بالخصوص اپنے کارکنوں کو جو ہدایات انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے مسلسل دی جارہی ہیں ان کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان حالات کا مقابلہ پورے حوصلے اور مضبوط ارادے کے ساتھ کررہے ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی توجہ تمام تر قرآنی ونبوی ہدایات اور ان کے تربیتی پہلو کی طرف مرکوز ہے۔

مثال کے طور پر ۳/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو ان کے ایک قائد کی طرف سے ''موجودہ حالات میں ہمارے فرائض'' کے زیر عنوان ایک پیغام جاری کیا گیا جس میں کہا گیا:

مصر میں دستوری حکومت کے خلاف فوجی انقلاب کے بعد سے جو کچھ ہورہا ہے اور جس طرح خون بہایا جارہا ہے اور جیل بھرے جارہے ہیں ہمارے لئے لازم ہوگیا ہے کہ ہم اِن حالات کی روشنی میں اپنے اصل فرائض کو اچھی طرح سمجھیں۔ خصوصاً اب جب کہ ہر بات بالکل صاف ہوچکی ہے کہ یہ انقلاب دراصل قوم کو اسلامیت سے دور رکھنے کی ایک زبردست کوشش ہے لہٰذا ہمارے تمام رفقاء درج ذیل باتوں پر خاص توجہ دیں۔

۱۔　اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ زیادہ سے زیادہ عاجزی کے ساتھ اس سے

---

[1] یہ عبارت جو واوین ('' '') کے درمیان ہے یہ بلفظہ محفلِ قرآن از مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی جلد دوم صفحہ ۱۸٦ سے ماخوذ ہے۔

دعاؤں اور اسکی طرف رجوع کا اہتمام رکھیں، اسی سے مدد مانگیں، بعض انبیاء کی زبان سے نکلی ہوئی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں:

وما لنا الا نتوکل علی اللہ وقد ھدانا سبلنا، ولنصبرن علی ما آذیتمونا، وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون، (ہمارے لئے کیا جواز ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اسی نے ہم کو ہدایت سے نوازا ہے، اور تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں میں ہم ضرور بالضرور صبر ہی سے کام لیں گے اور بھروسہ تو بھروسہ کرنے والوں کو صرف اللہ ہی پر کرنا چاہئے۔

۲۔ ہمیں اللہ کے وعدوں، اس کی قدرت اور صبر واستقامت پر اس کی مدد پر کامل یقین ہونا چاہئے، اور ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے، اور اللہ ہی کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔

۳۔ ہمیں اپنی قیادت پر مکمل اعتماد ہونا چاہئے، اور شدید محبت اور احترام کے جذبات کے ساتھ ہمیں ان کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ ہمارے دلوں میں ان کے لئے اخوت، خیر خواہی اور سمع وطاعت کے جذبات ہونے چاہئے۔

۴۔ مایوسی اور ناامیدی سے ہم دور رہیں، یقین اور امید کے ساتھ ہمیں مشکل راستوں کو عبور کرنا ہے اور جدوجہد اور استقامت کے ساتھ ہمیں تکلیفوں کو برداشت کرنا ہے، ہمیں اچھی طرح جاننا چاہئے کہ فتح کی ایک قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور مایوسی مؤمن کا شیوہ نہیں ہے۔ ولا تیٔاسوا من روح اللہ، انہ لا ییٔاس من روح اللہ الا القوم الکافرون،

۵۔ آپس میں ایک دوسرے کے لئے شدید محبت والفت کے جذبات سے اپنے دلوں کو سجائے رکھیں۔

۶۔ سخت سے سخت آزمائش پائے ثبات میں جنبش بھی نہ لانے پائے۔ اللہ کا ارشاد ہے "کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے قتال کیا، اللہ کے راستے میں ان پر جو بھی مصیبتیں آئیں ان کی وجہ سے وہ ذرا بھی پست ہمت نہیں ہوئے اور نہ کمزور پڑے اور نہ جھکے۔ اللہ محبت فرماتا ہے جمے رہنے والوں سے۔

۷۔ ہمیں ہر صورت میں پرامن رہنا ہے، اور صرف پرامن طریقے پر اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہے، اور کسی صورت میں تشدد پر نہیں اترنا ہے، ہم جانتے ہیں کہ انقلابی لوگ ہمیں تشدد کے میدان میں اتارنا چاہتے ہیں۔ ہمیں آدم کے اس بیٹے کے طرز عمل کو اپنائے رکھنا ہے جس نے اپنے ظالم بھائی سے کہا تھا کہ: اگر تم میرا قتل کرنے کے ارادے سے ہاتھ بڑھاؤ گے تب بھی میں اپنا ہاتھ تمہارے قتل کے لئے نہیں

بڑھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ ہمیں اپنے مرشد عام کے اس جملے کو یاد رکھنا ہوگا "ہمارا پرامن رویہ تمہاری گولیوں اور ٹینکوں سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوگا"۔

۸۔ ہمیں اپنے وطن عزیز کے ان تمام لوگوں کے ساتھ جو اس انقلاب کو پسند نہیں کرتے اور دستوری نظام کی تائید کرتے ہیں بہت اچھے رابطے بنا کر رکھنا چاہئے۔ اور شہروں اور دیہاتوں میں ہر جگہ عام لوگوں سے اخوت وخیر خواہی پر مبنی تعلقات رکھنے ہوں گے، خواہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کچھ لوگ متأثر ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں۔

۹۔ فتح کے ظاہری اسباب اور تدبیروں کے اختیار کرنے کے باوجود ہماری امیدوں کا مرکز صرف اللہ کی ذات عالی ہی رہنی چاہئے۔ اور مظاہرین اور احتجاج کرنے والوں کی بڑی سی بڑی تعداد کے جمع کر لینے یا فلاں اور فلاں کی حمایت ہی سے امیدیں وابستہ کرنے کی غلطی سے سو فیصد بچنا ضروری ہے۔

اخوان کی ویب سائٹ پر ایسے متعدد پیغامات موجود ہیں، جی تو چاہتا ہے کہ میں وہ سب آپ کو پڑھ کر سناؤں، آپ میں سے جو حضرات انہیں دیکھ سکیں، ضرور دیکھیں۔ البتہ ۷؍اکتوبر کو اخوان کی سیاسی پارٹی حزب الحریۃ والعدالۃ (FJP) کے ایک اعلی عہدے دار ڈاکٹر محمد البلتاجی نے جیل سے جو پیغام بھیجا ہے اس کا ترجمہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں:

> "ڈاکٹر بلتاجی نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ جتنے لوگ بھی گرفتار کئے گئے ہیں ان کے دلوں میں عجیب وغریب قسم کی "طمانینت" کی کیفیت ہے جو ان کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ انہوں نے فیس بک پر شائع کئے جانے والے اپنے پیغام میں مزید کہا ہے کہ ہمارے رفقاء کی یہ حالت ان کی قلبی کیفیات صبر، شکر، اور رضا بالقضا اور مثبت سوچ کی عکاسی کر رہی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ لوگ جن کے جوان بیٹے، اور جن کے بھائی ہلاک کر دیئے گئے ہیں، اور جن کو شدید تکلیفیں پہونچی ہیں اور جن کی کمپنیاں اور جن کے مطب یا دفاتر جلا دئے گئے ہیں اور جن کی املاک ضبط کر لی گئی ہیں یا جن کو ملازمتوں سے برخاست کر دیا گیا ہے۔۔ وہ کیسے اس قدر سکون کی حالت میں ہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر اتاری گئی "سکینت" ہی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ قرآن میں جہاں بھی "سکینت" کا تذکرہ پائیں گے اس کے بعد ہی فتح ونصرت اور اگلے مرحلے کی طرف پیش رفت کا تذکرہ بھی ضرور پائیں گے۔[۱]

---

[۱] مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں سورۂ توبہ کی آیت ۲۶ اور آیت ۴۰ اور سورۂ فتح کی آیات ۴، اور ۱۸

جب آپ کی اس پر نظر پڑے گی کہ اِن لوگوں کو مسلسل ۲۴ گھنٹے تنگ بیرکوں میں تنہا بند رکھا جاتا ہے تو آپ ان کی حالت کے بارے میں ایک اندازہ لگائیں گے، لیکن اگر آپ ان تنگ وتاریک کوٹھریوں کے اندر برسنے والے انوار، اور برکتوں اور رحمتوں کا نظارہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ یہ لوگ اس تنہائی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کس طرح ذکر، دعا، تلاوت اور نماز میں اپنا وقت گزارتے ہیں تو آپ کو یہ ارشاد ربانی یاد آجائے گا:

فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب۔ (''پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی، اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔'')

اخوان کے قائدین اور ذمے داران کے اِن پیغامات سے اور ان کے بارے میں ملنے والی خبروں سے یہ بات بالکل صاف ظاہر ہوتی ہے کہ نہ ان کے دلوں میں مایوسی اور ناامیدی ہے اور نہ غصہ، جھنجھلاہٹ اور غیظ وغضب کی وہ کیفیت جس کا شکار انسان چیخ چلا کر بیٹھ جاتا ہے اور جس کا نقصان فائدے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے عوام کی ذہنی الجھن اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

پس ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی غم، مایوسی اور غصہ جیسی کیفیات سے اپنے دل ودماغ کو محفوظ رکھنے کی ہر ممکن تدبیر کریں، قرآن میں غور وفکر کریں، انبیاءؑ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی جدوجہد میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑا ہے اس کی تفصیل کو ہر وقت پیش نظر رکھیں، اللہ تعالی کی ''قدرت'' اور اس کی ''سنت'' کے بارے میں بہت غور وفکر اور باہمی مذاکرے کرتے رہیں۔ اور دعاؤں اور ذکر وتہجد وغیرہ کے ذریعہ اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں، شیطانی وساوس اور میڈیا کے زہریلے اثرات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کی تدبیر بھی کریں اور دعائیں بھی۔

میں جانتا ہوں کہ مصر میں جو کچھ ہوا اسکی تمام تر ذمے داری بعض حلقوں کی طرف سے صرف اخوان کی جلد بازی اور غلط حکمت عملیوں پر ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اخوان معصوم نہیں ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان سے کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہوں، اس بارے میں بھی کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، لیکن اب آج اتنے ہی پر اکتفاء کرنا پڑے گا، انشاء اللہ آئندہ کسی اور مجلس میں اگر مقدر ہوا تو وہ بھی عرض کروں گا۔

ہاں! ایک بات اور! عالم اسلام کے لئے اہتمام سے دعا کرنا اپنا معمول بنالیجئے، اور اپنے اپنے علاقوں میں جہاں تک ہوسکے نماز فجر میں قنوت نازلہ کا اہتمام کروایئے! کیا ہم اتنی معمولی سی خدمت انجام دینے سے بھی قاصر رہیں گے؟

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی الی رحمۃ اللہ:

ہمارے علمی ودینی حلقے کے لئے مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد زندگی بھر نہایت خاموشی ویکسوئی کے ساتھ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں لگے رہے —— اور دینی وعلمی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر ۲۲/ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ (۲۹/اکتوبر ۲۰۱۳ء) کو سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ناچیز راقم سطور ان سے ملاقات واستفادے کی سعادت سے محروم رہا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کی ایک تصنیف ''حیاتِ مصلح الامت'' (یعنی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ) کی سوانح عمری کے مطالعہ ہی سے ان سے غائبانہ تعارف ہوا۔ آپ اس کتاب کے معیار اور اس کے مصنف کے مقام کا اندازہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے اِن الفاظ سے کر سکتے ہیں جو انہوں نے اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھے تھے:

> ''میرا مصنف سے اس کتاب کے ذریعہ پہلی مرتبہ تعارف ہوا، وہ مدرسۂ دینیہ غازی پور کے مدرس ہیں، جن کا اصلاً اشتغال درس وتدریس سے ہوگا، لیکن ان میں تصنیفی سلیقہ، تحریر میں ایسی شگفتگی اور سلاست، کتاب میں ایسی حسنِ ترتیب اور مضامین کا حسنِ انتخاب ہے جو کہنہ مشق مصنفوں اور اہل قلم میں پایا جاتا ہے.....''

سر دست تو صرف قارئین الفرقان کو مولانا اعظمی کے حادثۂ انتقال کی اطلاع دے کر ان کے لئے دعائے مغفرت ورفع درجات کی درخواست کرنی ہے۔ خدا کرے کہ مولانا کے قریبی لوگوں میں سے کوئی صاحبِ قلم ان کے حالات زندگی پر کوئی تفصیلی مضمون تحریر فرما دیں تو ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں پیش کر دیا جائے گا۔

حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر دامت برکاتہم کے لئے دعائے صحت کی درخواست:

حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر مدظلہٗ بمبئی کی تاریخی اور پُرشوکت جامع مسجد کے بزرگ امام وخطیب ہیں اور پورے خطۂ کوکن کے محبوب ترین بزرگ اور مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عجیب وغریب روحانیت اور نورانیت ان کے چہرے بشرے پر ہر دم برستی رہتی ہے —— ادھر کچھ عرصہ سے کافی علیل چل رہے ہیں۔ محترم ناظرین سے ان کے لئے صحت وسلامتی کے ساتھ درازی عمر کی دعاؤں کی گزارش ہے کہ وہ واقعۃً ان لوگوں میں سے ہیں کہ ؎

جن کو دیکھے سے خدا یاد آئے

☆☆☆

محفل (۱۳۱) ‏ سورۃ المائدۃ (۸)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ

رہزنی، ڈاکہ زنی اور چوری جیسے جرائم کی سزائیں اور ان میں عبرت انگیزی کا پہلو

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ‏ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ
فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ
اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ج
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا
اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ
عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ
اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ز وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ
اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور مملکت میں فساد برپا کرنے کو سرگرم ہوں ان کی سزا بس یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے ان کے کاٹ دیئے جائیں یا ملک بدروہ کردیئے جائیں۔ یہ تو سامانِ رسوائی ان کے لئے ہے دنیا میں، اور آخرت میں بھاری عذاب ان کے لئے ہے(۳۳) ہاں، مگر وہ کہ توبہ انھوں نے قبل اس کے کرلی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔(۳۴)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جستجو میں اس کے تقرُّب کی لگو اور جدّو جہد اس کی راہ میں کرو تاکہ فلاح یاب تم ہو(۳۵) وہ لوگ کہ جو کافر ہوئے ان کے پاس اگر روئے زمین کی تمام دولت ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو، تاکہ وہ فدیہ میں اسے دے کر قیامت کے دن والے عذاب سے چھوٹ جائیں تو وہ ان سے ہرگز قبول ہونے والا نہیں اور دردناک عذاب ہی ان کے لئے ہے(۳۶) وہ چاہا کریں گے کہ اُس آگ سے (کسی طرح) نکلیں، لیکن نہیں اس سے نکل سکیں گے۔ ان کے لئے عذاب ہے دائمی (۳۷)

چور مرد اور چور عورت، ہاتھ دونوں کے کاٹ دو، ان کے کئے کی سزا میں۔ اللہ کی طرف سے ایک عبرتناک سزا کے طور پر۔ اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے(۳۸) پھر جو توبہ اپنی بدعملی کے بعد کرلے اور سنبھل جائے تو اللہ اس پر عنایت فرمائے گا۔ اللہ مغفرت فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے(۳۹) کیا نہیں تمھیں معلوم کہ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی زمین و آسمان کی، جسے وہ چاہے عذاب دے جسے چاہے بخشدے۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے(۴۰)

کلام اور ربطِ کلام

بات بنی اسرائیل کی چل رہی تھی، اسی ضمن میں قتلِ ناحق کے جرم کی شدت بیان میں آئی کہ ایک جان بھی کسی نے ناحق لی تو گویا پوری انسانی دنیا کے گلے پہ چھری اس نے چلائی۔ اس سے بھی بڑا اسی زُمرہ

کا جرم ڈکیتی، رہزنی اور غارت گری ہے جو افراد نہیں بلکہ جتھے اور گینگ کرتے ہیں۔ ایسا واقعہ جہاں کہیں ہو جائے وہاں مخلوق دہشت زدہ ہو جاتی اور امن و امان کی طرف سے فکر مند، کہ جیسے جان و مال کو تحفظ دینے والا نظام و قانون اُٹھ گیا۔ یہ ایک مفسدانہ جرم اور فساد فی الارض کی فہرست میں آنے والی کارروائی ہے، جیسا کہ یہی عنوان (''فساد فی الارض'') قرآن نے اس موقع پر اختیار بھی فرمایا ہے۔ (وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا)۔ فساد فی الارض کی یہ اصطلاح قرآن میں ایسی اُن تمام حرکتوں اور رویّوں کے لئے استعمال ہوئی ہے جو دنیا کے لئے اللہ کی پسندیدہ حالت اور اس کے قانون سے ٹکرانے اور چیلنج کرنے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ چیلنج اور ٹکراؤ بعض دفعہ مسلّح نوعیت کے بھی ہوتے ہیں، جن کی ایک صورت تو بیرونی دشمنانِ خدا و رسول کی طرف سے حرب و ضرب ہے۔ جس کی طاقت توڑنے کے لئے جہاد و قتال کا اِذن دیا گیا ہے۔ دوسری صورت بعض اندرونی عناصر کی طرف سے رہزنی و غارت گری کی کارروائیاں ہیں، جو یہ لوگ حکومت کے دائرۂ عمل میں رہتے ہوئے کر گزرنے کی جرأت دکھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سبق دینے کے لئے یہ سزا ہے جو مذکورہ بالا آیت میں بیان فرمائی جا رہی ہے۔ ایسے ایک سنگین مفسدانہ واقعہ کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عین مدینہ کے جوار میں پیش آنا روایات میں مذکور ہے۔ اس میں اسلامی بیت المال کے جانوروں اور ان کے رکھوالوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہ بھی ہو، اور نہ خاص حکومتی بیت المال پر لوٹ ڈالی گئی ہو، البتہ اسلامی حکومت اور اس کا قانون ہو، تب بھی کیا شبہ ہے کہ ''فساد فی الارض'' کے یہ مجرم لوگوں پر لُوٹ ڈالنے سے پہلے اللہ کے قانون اور اس کی مرضی کے خلاف اسلحہ اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ پس اسی لئے یہ جرم مستحق ٹھیرتا ہے کہ اسے اللہ و رسول سے ''جنگ'' کہا جائے۔

اور فساد فی الارض کی اس خاص صورت کو اگر اسلحہ کے استعمال ہی کی بنا پر جنگ اور حرب ٹھیرایا گیا ہے تو پھر قیاس چاہتا ہے کہ وہ سزائیں جو اس پر تجویز فرمائی گئی ہے وہ بھی ''فساد فی الارض'' کی انھیں صورتوں تک محدود ہوں جن میں اسلحہ کا استعمال ہوتا اور ''جنگ'' کی صورت رونما ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ فقہاء نے ان سزاؤں کو رہزنی اور ڈکیتی والے ''فساد فی الارض'' تک محدود رکھا ہے، ہر ''فساد فی الارض'' کو اس میں شامل نہیں کیا ہے۔

رہا اسلحہ کے استعمال والا وہ ''فساد فی الارض'' جو کسی بیرونی طاقت کی طرف سے دارالاسلام پر حملہ

آور ہونے کی صورت میں رونما ہو، اس میں ہاتھ آنے والے کافر قیدی جو ان سزاؤں کے دائرہ میں نہیں لائے جاتے تو وہ اس لئے کہ جنگی قیدیوں پر کسی خاص ریاست وحکومت کے قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا ہے وہ بین الاقوامی قانون ودستور کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اور یوں بھی دیکھنے میں اگر چہ ان کا جرم اس ''محاربہ'' سے بھی سنگین تر ہے مگر وہ اکہرا جرم ہے۔ اور محاربہ میں دوسرا جرم دھوکہ دہی اور اعتماد شکنی ہے۔ یہ اندر کے لوگ ہیں جن کی طرف سے ایسی بات کا خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔

ان مجرمین کی سزا

ان لوگوں کی سزا میں بظاہر چار متبادل (alternative) باتیں (تقتیل۔ تصلیب۔ تقطیع اور نفی مِنَ الاَرض۔) بتائی گئی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت کو اختیار ہے ان میں سے جو سزا چاہے اختیار کرے۔ اور بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے بھی۔ مگر بیشتر کے نزدیک یہ متبادل سزائیں نہیں، بلکہ واقعہ میں پائے جانے والی مختلف ممکن صورتوں کے لئے الگ الگ سزاؤں کا بیان ہے۔ اور وہ مختلف صورتیں (جیسا کہ روح المعانی وغیرہ میں آیا) یوں ہیں کہ ان وارداتوں میں جہاں یہ ہوسکتا ہے کہ (۱) صرف قتل وخونریزی کی نوبت آئی ہو، مال نہ لوٹ پائے ہوں، وہاں (۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قتل کے ساتھ مال کی لُوٹ بھی ہوئی ہو۔ یا (۳) علیٰ العکس، کہ صرف مال ہی لوٹا قتل و خوں ریزی کی نوبت نہیں آنے پائی اور (۴) یہ کہ دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کر پائے تھے کہ دھر لئے گئے۔

ان مختلف صورتوں کی سزائیں علیٰ الترتیب یوں ہوں گی کہ: پہلی سزا (اَنۡ یُّقَتَّلُوۡا) ان کے لئے ہے جن سے صرف قتل کا جرم صادر ہوا۔ دوسری (اَوۡ یُصَلَّبُوۡا) ان کے لئے جو قتل اور لوٹ ہردو کے مرتکب ہوئے (کہ اس سزا میں دوہرے قتل کی صورت بنتی ہے۔) اور تیسری (یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا، اس طرح کہ ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں) ان کے لئے جنھوں نے صرف مال کی لوٹ کی۔ اور چوتھی (نفی مِنَ الارض) شہر یا ملک بدر کر دیا جانا۔ ان کے لئے جو لوٹ مار اور قتل غارت تو نہ کر پائے مگر راہ گیروں پر خوف دہشت طاری کرنے کے مرتکب بہر حال ہوگئے۔ اس (نفی منَ الارض) کی ایک صورت، جس کی طرف الفاظ سے ذہن جاتا ہے وہ تو ملک بدری یا شہر بدر

کردینے کی ہے۔مگراس میں شرارت کا سدِّ باب نہیں ہوتا۔دوسری صورت جس کی از روئے لغت گنجائش ملتی ہے وہ قید کردینا ہے۔اس میں شرارت کا سدِّ باب ہے۔معارف القرآن (از مفتی محمد شفیع صاحبؒ) میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا عمل یہی نقل کیا گیا ہے۔اور حنفیہ کی یہی ترجیح ہے۔

''تقتیل'' نہ کہ قتل اور ''تصلیب'' نہ کہ صلب!

آیت میں جہاں جرم کی شدت ظاہر کرنے کو اسے اللہ و رسول سے جنگ قرار دیا گیا ہے سزا میں بھی وہاں اس کے لئے سادہ قتل کی جگہ تقتیل اور صلب کی جگہ تصلیب لایا گیا ہے جس میں غیظ و غضب کا اظہار ہے۔عربی میں یہ ''تفعیل'' کا وزن کسی فعل میں مبالغہ اور شدّت کے لئے آتا ہے۔چنانچہ ان الفاظ کا خود تلفظ ہی شدّت اور مبالغہ کے اظہار میں کچھ کم نہیں ہے۔اور معنی و مدعا کے پہلو سے جس شدت اور مبالغہ کا حکم یہ الفاظ لئے ہوئے ہیں اس کے بیان میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر سے حسبِ ذیل عبارت نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

''آیتِ مذکورہ میں رہزنی کی چار سزائیں مذکور ہوئی ہیں۔'ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دئے جائیں یا ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔ان میں سے پہلی تین سزاؤں میں مبالغہ کا لفظ بابِ تفعیل سے استعمال فرمایا جو تکرارِ فعل اور شدت پر دلالت کرتا ہے۔اس میں صیغۂ جمع استعمال فرما کر اس طرف بھی اشارہ دفرمادیا کہ ان کا قتل یا سولی چڑھانا یا ہاتھ پاؤں کاٹنا عام سزاؤں کی طرح نہیں کہ جس فرد پر فردِ جرم ثابت ہو صرف اسی پر سزا جاری کی جائے بلکہ یہ جرم جماعت (جتھے) میں سے ایک فرد سے بھی صادر ہو گیا تو پوری جماعت کو سزا دی جائے گی۔نیز اس طرف بھی اشارہ کردیا گیا کہ یہ قتل و صلب وغیرہ قصاص کے طور پر نہیں کہ اَولیاءِ مقتول کے معاف کردینے سے معاف ہو جائے بلکہ یہ حدِ شرعی بحیثیت حق اللہ کے نافذ کی گئی ہے جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے وہ معاف بھی کردیں تو شرعاً سزا معاف نہ ہوگی۔یہ دونوں حکم بصیغۂ تفعیل ذکر کرنے سے مستفاد ہوئے ہیں۔''

حدود، قصاص اور تعزیرات

غرض اس جرم کی سزا کی یہ شدّت ہے جو تقتیل اور تصلیب کے عنوان میں پنہاں ہے۔اور مذکورہ بالا ارشاد میں جو ایک فقہی اصطلاح ''حدِ شرعی بحیثیت حق اللہ'' آئی ہے۔اس کی وضاحت کیلئے بھی حضرت مفتی صاحب ہی کا حسبِ ذیل بیان پڑھ لینا مناسب ہوگا۔:

''۔۔۔جن جرائم سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچتا ہے اس میں مخلوق

پر بھی ظلم ہوتا ہے اور خالق کی بھی نافرمانی، اس لئے ہر ایسے جرم میں حق اللہ اور حق العبد دونوں شامل ہوتے ہیں اور انسان دونوں کا مجرم بنتا ہے۔لیکن بعض جرائم میں حق العبد کی حیثیت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور بعض میں حق اللہ کی حیثیت زیادہ نمایاں ہے۔اور احکام میں مدارِ کار اسی غالب حیثیت پر رکھا گیا ہے۔(یعنی جہاں جس حق کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہاں حکم میں اسی حق کا لحاظ رکھا گیا ہے)''

آگے ان دونوں قسم کی سزاؤں کے بارے مزید ارشاد ہوا کہ:

''وہ جن میں حق اللہ کو غالب قرار دیا گیا ہے ان کی سزا کو حد کہا جاتا ہے جس کی جمع حدود ہے، دوسرے وہ جن میں حق العبد کو غالب مانا گیا ہے اس کی سزا کو قصاص کہا جاتا ہے۔''

یہ حدود اور قصاص والی سزائیں وہ ہیں جن کو قرآن میں بیان فرما دیا گیا ہے۔اور ان میں جہاں تک حدود کا تعلق ہے وہاں کسی کو مداخلت اور کمی بیشی کا اختیار نہیں۔قصاص میں البتہ اصحابِ حق کو اختیار دیا گیا ہے کہ معاف کریں یا مالی عوض لے لیں۔ باقی کچھ جرائم وہ ہیں جن کی سزا اسلامی حکومت اور عدلیہ پر چھوڑ دی گئی ہے۔ان سزاؤں کو تعزیر (جمع تعزیرات) کہا جاتا ہے۔ان کا تعیّن مختلف حالات اور مختلف زمانوں کے مطابق ہوسکتا ہے۔

سزا کا یہ قانون ''ربُّ العالمین'' کا پرتو ہے

الغرض مذکورہ بالا آیت میں جس جرم کا ذکر ہے (اصطلاح میں جسے محارَبہ یا حِرابہ کہتے ہیں) وہ اللہ کی نظر میں ایسا سنگین جرم ہے کہ سنگین سے سنگین تر کوئی سزا اس کے لئے زیادہ نہیں سمجھی گئی۔اوپر کی آیتوں میں جو ارشادِ الٰہی گزرا کہ ''ایک انسان کو بھی کسی نے ناحق قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسان قتل کر مارے۔'' وہ ایک انفرادی قتل کو بھی ایسا جرم ٹھیرانے کے ہم معنیٰ تھا جس سے پوری انسانی دنیا خطرہ میں آجاتی ہے۔اب یہ اس جرم سے آگے نکلے ہوئے اس درجۂ جرم کا بیان تھا جہاں ایک جرائم پیشہ گروہ واقعۃً ایک پوری انسانی آبادی کو امن وعافیت کی طرف سے بے یقینی میں مبتلا کردے۔ظاہر ہے کہ اس کے لئے گزشتہ آیت کی روشنی میں کوئی بھی سزا زیادہ نہیں رہ جاتی۔یہ حرف بحرف اوپر کے ارشاد سے ہم آہنگ ہے۔ایسے مجرمین مستحق ہیں کہ نمونۂ عبرت بنائے جائیں۔اسی کو فرمایا کہ یہ سزا ان کے لئے عذابِ آخرت سے ورے ایک دنیاوی

رسوائی کا سامان ہے۔ یہ مظہر ہے اس امر کا ہے کہ اسلام کے نظامِ حکومت میں رعایا کی عافیت اور امنِ عامہ کو کیا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ حصہ ہے اللہ کی ربوبیتِ عالمیہ (ربّ العالمین) کا۔ اسی ربوبیت کا پرتو وہ حدیثِ پاک ہے جس میں مخلوق کو اللہ کا کنبہ (عیالُ اللہ) بتایا گیا ہے۔ اور اللہ کیسے ان لوگوں کو زندگی کا حق دے سکتا ہے جو اس کی عیال پر زندگی تنگ کردیں؟ اس جرم کو تو وہ خود اپنی ذاتِ عالی اور اپنے رسولِ پاک پر حملہ قرار دے رہا ہے۔

مگر اللہ غفورٌ رَّحیم بھی ہے

سارا جلالِ پادشاہی اپنی جگہ، لیکن اس کی غفّاری و رحیمی یہاں بھی اپنی پوری شان سے موجود ہے۔ ارشاد ہوا ہے: اِلَّا الَّذِینَ تابُو امِنْ قَبلِ اَنْ تَقْدِرُو اعَلَیْھِمْ (اگر یہ مجرم گرفت میں آنے سے پہلے توبہ کرلیں تو سزا سے بری۔) اتنا سنگین جرم، کہ عرشِ الٰہی گویا اس پہ حرکت میں آ گیا ہو، اور فقط ایک توبہ سے صاف معاف! ہم نادانوں کے اس تحیُّر و اِستبعاد کو دور کرنے کے لئے ارشاد ہوا: فَاعْلَمُو ااَنَّ اللّٰہَ غَفُورٌ رَّحیم (تو جان لو کہ اللہ غفور رحیم ہے!) البتہ یاد رہے کہ اس توبہ سے یہ لوگ بس بحقِّ سرکار جرم سے بری ہوں گے۔ لیکن وہ حق العباد جو حق اللہ کے آگے دب گیا تھا، یعنی جس کسی کی جان لی تھی، مال لوٹا تھا یا زخمی کیا تھا ان کا حق۔ تو اب حق اللہ کا پردہ ہٹ جانے پر ان بندوں کے حق کا مطالبہ بحال ہو جائے گا۔ اور اس سے یہ مجرم صرف اس صورت میں بری ہوں گے کہ یہ بندے بھی معاف کردیں، ورنہ قصاص وغیرہ کا حق بندوں کو دلوانا سرکار کی ذمہ داری رہے گی۔

نیز توبہ میں صدق دلی کی علامات بھی یقیناً لازمی ہوں گی۔ مثال کے طور پر جو سچ مچ نادم اپنے فعل پر ہوگا وہ خود آ کے اقرار کرے گا اور خطرہ مول لے گا کہ قصاص کی کارروائی اس پر بہر حال ہوسکتی ہے۔ اور قصاص کی صورت نہ بھی بنتی ہوئی تو قاضی بطورِ تعزیر کچھ سزا تجویز کرنے کا جو حق ایسے کیسوں میں بہر حال رکھتا ہے وہ سزا بہر حال بھگتنی ہوگی۔ الغرض توبہ قابلِ اعتبار ہونے کی علامات ہونی لازم ہیں۔

مغرب سے متأثر ذہنوں کے لئے لمحۂ فکریہ

اسلامی حدود و قصاص والی سزاؤں کو مغرب نے ایک ہوّا بنا کے کتنوں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے۔ وہ اسے انسان دوستی (Humanity) کے خلاف اور بے رحمی (Cruelty) ٹھیراتا ہے۔ وہی مغرب جس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کے جائز یا ناجائز کسی مفاد پر کہیں سے حملہ یا اس کا خطرہ بھی ہو تو خطرہ اور سدّ باب کی

کارروائی میں کسی تناسب سے یکسر بے نیاز بستیاں کی بستیاں خاک وخون میں لُٹا دینے میں اس کو باک نہیں۔(افغانستان اور وزیرستان کی سرزمیں ان سطروں کی تحریر کے وقت اس ''انسان دوستی'' کا ایک دفتر کھولے ہوئے ہیں۔)اس پروپیگنڈہ سے مرعوب ذہنوں کے لئے دیکھنے کی چیز ہے کہ کیا دوسرا کوئی قانونی نظام ہے جس میں اتنی سنگین سرکاری سزائیں بھی صرف معافی تلافی سے ساقط ہو جاتی ہوں؟ پھر بے رحمی اور (Cruelty) کا سوال کیسے روا رہ سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اسلام اور مغربی سوچ کے درمیان جو ایک خاص چیز حائل ہے وہ فرد کے حقوق اور معاشرہ کے حقوق کا تناسب وتوازن ہے۔اسلام نے اپنے قوانین میں معاشرہ کے مجموعی مصالح کو مقدم رکھا ہے جبکہ مغرب اپنے سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ اس کے بغیر نہیں کرسکتا کہ فرد کی جانب پلڑا جھکائے رکھا جائے۔انسانی حقوق کی ساری فلسفہ سازی اسی مفاد پرستانہ سوچ کے گرد گھومتی ہے۔اور مغربی معاشرہ اس کے نتائج بھگت رہا ہے۔ اس سے زیادہ اس نکتہ کی تفصیل کی شاید ضرورت نہیں اور نہ موقع اس کا متحمل۔

اللہ کی اصل شان معافی اور درگزر ہے

اللہ جس نے یہ قرآنی قانون نازل فرمایا اس کا تو (آج کل کی زبان میں) موٹو (Motto) ہے: مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَ اٰمَنۡتُمۡ (اللہ کو تمھیں عذاب دے کے کیا لینا اگر تم شکر گزار رہو اور مانو!) ہاں اس کی ربُّ العالمینی کو اپنی زمین پر فساد وبدامنی قبول نہیں۔اور سخت ترین سزا کا قانون اپنی اصل غرض کے اعتبار سے بس لوگوں کو ایسی حرکتوں سے باز رکھنے والا (Deterrent) قانون ہے۔اور جن ملکوں میں بھی اسلامی قانون آج نافذ ہے ان کا حال (مغربی ملکوں کے مقابلے میں) اس حقیقت کا گواہ ہے۔اور پھر جو اس قانون کے ڈر سے بھی نہ باز رہ پائیں ان کی اصلاح کی کوئی صورت ان کے مردہ ضمیر کو زندہ کر دینے کی کسی تدبیر سے بہتر نہیں ہوسکتی۔اور ضمیر کو زندہ کرنے کی کوئی تدبیر اس قرآنی حکمت سے بڑھ کر آج تک تجربہ میں نہیں آئی جس کا نام توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت ہے، جو آخرت کے معاملہ کا احساس دلا کر ایک نئی سوچ کا رُجحان دل میں پیدا کرتی ہے۔

اہلِ ایمان کو ان کی اصل راہِ حیات کی یاددہانی

آگے ارشاد ہوا :اے ایمان والو اللہ سے ڈرو ،اور جستجو اس کا تقرُّب پانے کی کرو ---الخ''۔اوپر جس رویہ کا ذکر ہوا وہ اللہ سے جنگ کے مترادف تھا۔اس کے بیان کے آخر میں توبہ کی

ترغیب رکھدی گئی تھی۔ یہاں سے قرآن کے عام اسلوب کے مطابق راہ ہموار ہوئی اہلِ ایمان کو ان کی اصل راہِ حیات یاد دلانے کی۔ جس کا مختصر عنوان تقویٰ ہے۔ تو یہ جس کی ترغیب اوپر کی آیت میں رکھی گئی تھی، وہ کیا ہے؟ تقویٰ کی راہ کا پہلا قدم۔ پس موقع پیدا ہوا کہ اس راہ پر اور آگے بڑھنے کی صدا دی جائے۔ (یَآیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہ) گویا فرمایا جارہا ہے کہ ''اسی پہلے قدم پہ رک نہ جاؤ، اور آگے بڑھو اور قربِ الٰہی کی دولت پانے کو اپنا مقصودِ حیات بناؤ، اور (اس کے لئے) جدوجہد کی زندگی راہِ حق میں گزارو کہ شاید بامراد ہو جاؤ'' ساتھ ہی کفر اور کافرانہ رویہ کے انجام سے بھی صاف صاف آگاہی دیتے ہوئے فرمایا گیا: اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ اَنَّ لَھُمْ ما فی الاَرْضِ جَمِیْعًا۔۔۔ کفر کی راہ اختیار کرنے والوں کا انجام اس درجہ خراب ہونا ہے کہ دنیا جہاں کے خزانے بھی ان کے پاس بالفرض اس وقت ہوں تو وہ سب دے ڈال کر جان بچانی چاہیں گے، مگر وقت نکل چکا ہوگا کچھ کام نہ بنے گا۔

وسیلہ اور جہاد فی سبیل اللہ

اس ارشاد میں آیا ہوا لفظ ''وسیلہ'' (جس کا مطلب قُرب اور تقرُّب بیان کیا جارہا ہے) اردو زبان میں بھی مستعمل ہے جہاں یہ ذریعہ کے معنیٰ دیتا ہے۔ پر عربی زبان میں اس کا مفہوم وہ ہوتا ہے جس مفہوم میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مقامِ وسیلہ کی دعا (اَللّٰھُمَّ اٰتِ مُحَمَّدًا الوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ۔۔۔ الخ) سکھائی گئی ہے، یعنی آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص مقامِ قرب کی دعا۔ بلکہ اس کی اور بہتر مثال سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۵۷ ہے۔ فرمایا گیا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ یَدْعُونَ یَبْتَغُونَ اِلیٰ رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُونَ رَحْمَتَہٗ۔۔۔۔۔	وہ کہ جن کو یہ (مشرکین) پکارتے ہیں خود ہی اپنے پروردگار کا قرب ڈھونڈتے ہیں کہ دیکھیں کون زیادہ مقرّب ہے۔۔۔

مشرکوں کے یہ معبود جو اللہ کا قرب ڈھونڈنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہوں ظاہر ہے کہ اینٹ پتھر کے بت یا جنات نہیں ہوسکتے۔ یہ تو ملائکہ یا انبیاء یا اولیاء ہی ہو سکتے ہیں (جنھیں یہ نادان اللہ کے یہاں اپنی پکار سنے جانے کا ناگزیر ذریعہ اور وسیلہ ٹھیرا کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں) اور ان بندگانِ حق کے اور اللہ کے بیچ میں تو ظاہر ہے کوئی اور مخلوق ہے نہیں جسے یہ وسیلہ بناتے ہوں۔ پس اس ''وسیلہ'' کے معنی لازمی طور سے قرب اور تقرب ہی کے ٹھیرتے ہیں۔ امام راغب کی مفردات القرآن میں آتا ہے کہ ''اس لفظ کے

مادہ (وسل) کا لغوی مفہوم وہی ملنا ورجڑنا ہے جو ''وصل'' کا ہے۔فرق یہ ہے کہ 'س' والا وسل صرف رغبت ومحبت کے ساتھ ملنے کے لئے آتا ہے اور 'ص' والے وصل میں اس کی قید نہیں۔'' الغرض یہاں مؤمنین کو قربِ الٰہی حاصل کرنے کی تگ ودو کی وصیت فرمائی جارہی ہے نہ کہ اس کے لئے کوئی شخصی وسیلہ ڈھونڈھنے کی۔

وسیلۂ قرب ورضا فقط اعمالِ حسنہ ہیں!

اور اس تگ ودو کی اُس راہ کا خلاصہ جس سے کامیابی کی امید باندھی جاسکتی ہے بتایا گیا کہ وہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے (وَ جاھِدُوا فِی سبیلہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ)، نہ کہ کسی پیر فقیر کی نذر و نیاز۔لیکن اس ''جہاد فی سبیلہٖ'' کے معاملہ میں بھی اصل عربی مفہوم اور اردو میں اس کے استعمال کا فرق ملحوظ رکھنا لازم ہے۔اردو میں یہ لفظ (جہاد فی سبیل اللہ) قتال کے معنیٰ کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، جو کہ لفظ کے عربی مفہوم کی انتہائی شکل ہے، ورنہ اصل مفہوم بس اس کی رضا میں جد وجہد ہے، جس شکل میں جس موقع کا تقاضہ ہو یا جس حد تک حالات کی گنجائش ہو۔اور یہ بات اسی مفہوم کی اس دوسری آیت سے بالکل صاف واضح ہو جاتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے:۔''وَ الَّذِینَ جٰھَدُوا فینا لَنَھْدِیَنَّھُم سُبُلَنا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحسِنِینَ۔(جو لوگ ہماری طلب میں مشقتیں اُٹھائیں گے ہم ضرور انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔اور اللہ (کی رحمت وعنایت) بے شبہ خلوص کاروں کے ساتھ ہے ۲۹:۶۹)

چوری کی سزا

درمیان میں آجانے والے نصیحتی اور تنبیہی جملوں کے بعد سلسلۂ کلام پھر مفسدانہ حرکتوں پر گرفت کے بیان سے جڑ گیا ہے، اور اب چوری کے جرم کی سزا کا قانون آتا ہے۔فرمایا کہ چور مرد ہو کہ عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو ۔۔۔۔الخ یقیناً یہ الفاظ پڑھ کر آدمی کو جُھر جُھری آسکتی ہے، پس انسانی نفسیات کو سب سے بڑھ کر جاننے والی ہستی نے اس کی حکمت بیان فرمادی کہ اس چور مرد و عورت کے فعل کی یہ سزا، اللہ کی طرف سے ایک نشانِ عبرت ان کو بنا دینے کے لئے ہے ''جزآءً بِما کسَبا نکالاً مِّنَ اللّٰہِ''۔نکال عربی زبان میں وہ سزا ہے جو عبرت انگیز ہو، جس سے خود چور اور مزید ایسے لوگوں کے دل میں ڈر اس فعل کے معاملہ میں بیٹھے۔چوری ایک طرف تو بجائے خود ایک ننگ وعار انسانیت کے لئے ہے دوسری طرف جو فرد یا کنبہ اس کی زد میں آئے اس کی زندگی سخت مشکلات کا بھی شکار اس کے نتیجہ میں ہو سکتی ہے۔یہ دونوں ہی باتیں، جن سے کوئی شخص اختلاف نہیں کرسکتا، ایسی ہیں کہ قرآن جس خدا کا تعارف انسان سے کراتا ہے

اس کے لئے قطعاً نا قابلِ قبول ہونی چاہئیں۔ نہ وہ اشرف المخلوقات کا اس قدر پستی میں جانا قبول کرسکتا ہے نہ اپنی بے گناہ مخلوق کا امن وچین تباہ کردیا جانا۔

یہ حکم ہے خدائے عزیز وحکیم کا

پس اس ننگِ انسانیت جرم کی سزا کے بارے میں یہ بیانِ حکمت پڑھ لینے کے بعد کسی ایسے شخص کے لئے اس سزا میں کوئی اشکال نہیں رہ جاتا جو اللہ کو اس کی ان صفات کے ساتھ ماننے والا ہے جو قرآن نے بیان کی ہیں۔ باقی جو اللہ کو مانتا ہی نہیں یا کسی مختلف انداز میں مانتا ہے، وہ جب کہتا ہے کہ یہ وحشیانہ سزا ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ وہ اللہ سے بڑھ کر رحیم وکریم ہونے کا خبط رکھتا ہے۔ اللہ کی حکمت میں بنی آدم کے شرف وعزت اور ان کے امن وسکون کو قائم رکھنے کے لئے یہ سزا (اس کی ساری رأفت ورحمت کے باوجود) اتنی اہمیت رکھتی تھی کہ بیانِ حکم میں صرف ''السارق'' کہہ دینا اگرچہ کافی ہوتا تھا ''والسارقۃ'' کی ضرورت نہ تھی، کہ قرآن میں عورتوں مردوں کے مشترکہ احکام وخطاب عام طور سے مردانہ صیغوں ہی کے ساتھ آئے ہیں۔ (۱) مگر یہاں چور عورت کی تصریح الگ سے فرمائی گئی، کہ عورت ذات کے معاملہ میں نرمی کی سوچ کے لئے راہ نہ کہیں کھلی رہ جائے۔ اور سزا کے بیان کے بعد صاف اشارہ بھی دیدیا گیا ہے کہ یہ حکم اس کی فقط مختارانہ شانِ عزیزی کے ماتحت نہیں ہے، اس کی شانِ حکمت کا مقتضیٰ بھی یہی ٹھیرا ہے۔ فرمایا: **وَاللّٰہُ عزیزٌ حکیمٌ**۔

قطعِ ید کی یہ سزا داہنے ہاتھ پر نافذ ہوگی، جو پہنچے سے کاٹا جائے گا۔ یعنی ہتھیلی اور کلائی کے درمیان کے جوڑ پر سے۔

چوری اور اس کا نصاب؟

اب سوال رہتا ہے کہ ''چوری'' کی تعریف کیا ہوگی؟ چور اور چورنی کسے مانا جائے گا؟ تو کسی کی چیز، جو حفاظتی انداز میں رکھی گئی ہو، اسے بغیر اس کی اجازت ورضامندی، چپکے سے لے لینا چوری ہے۔ اس تعریف کی رو سے چیز اگر غیر محفوظ طور پر کھلی پڑی ہے اور اس کو کوئی ہتھیالے تو وہ چوری کی تعریف میں نہیں آئے گی۔ چپکے سے لینے کی جگہ علانیہ لے تو وہ چوری نہیں ڈکیتی یا اُچکّا پن (اِختلاس) ہوجائے گا۔ تو یہ چار شرطیں ہیں۔ مال تمام تر کسی غیر کی ملکیت تھا، عرفِ زمانہ کے مطابق حفاظتی انداز میں رکھا گیا تھا، اجازت کے بغیر اُڑا لیا گیا اور چپکے سے اُڑا لیا گیا۔

ان چار شرائط میں ''حفاظتی انداز میں رکھے جانے'' کی شرط سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ شئ کچھ قابلِ لحاظ قیمت رکھتی ہو۔ پس یہاں سے قیمت طے کرنے کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنی قیمت کی چیز پر یہ سزا عاید ہوگی؟ آیت میں قیمت کا کوئی اشارہ نہیں۔ اس کا تعین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھا گیا ہے کہ آیا آپ نے اس سلسلہ میں کچھ فرمایا یا کسی چور پر یہ قرآنی سزا (حد) جاری کی؟ تو مختلف روایات کی روشنی میں فقہاء نے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ اس مقدارِ مالیت کا تعین فرمادیا ہے۔ حنفیہ کے یہاں یہ مقدار ایک دینار (= دس درہم) ہے۔ اور درہم ۱۸ء اونس چاندی کا ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا چار شرطوں کے علاوہ ایک شرط جو ہر شرعی حکم میں رہتی ہے وہ یہاں بھی لازماً رہے گی کہ ملزم عاقل بالغ ہو۔ بچہ یا مجنون اس سزا سے مستثنیٰ ہے۔

چور اگر تائب ہو جائے؟

مذکورہ بالا سزا دنیوی سزا ہے۔ اس کا مقصد دنیا کے نظامِ امن وامان کا تحفظ ہے ورنہ جرائم اور گناہوں کی اصل سزا تو آخرت کی سزا ہے۔ اور اللہ کو ہرگز مطلوب نہیں کہ بندے اس سزا کا مزہ چکھیں۔ اس سزا سے بچنے کا راستہ اس نے توبہ اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح رکھا ہے۔ اسی سے ہر موقع پر ترغیب کی صورت پیدا کی جاتی ہے کہ بندہ یا بندی تائب ہو جائیں۔ یہاں بھی فرمایا گیا: فَمَنْ تابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ واَصْلَحَ ـ ـ ـ پھر جو کوئی تائب اپنے جرم کے بعد ہوا اور سنبھل گیا تو اللہ غفور رحیم ہے۔ اسی پر بس نہیں، مزید یقین دہانی کے انداز میں ارشاد ہوا ہے: اَلَمْ تعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ـ ـ ـ الخ کیا نہیں معلوم کہ اللہ مالکُ الملک ہے، جسے وہ چاہے عذاب دے جسے چاہے نہال کردے؟ لیکن چوری (سرقہ) کا معاملہ محاربہ سے کچھ مختلف ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہا گیا کہ گرفتاری سے پہلے توبہ کر لے تو ـ ـ ـ یہاں سزا بہر حال نافذ ہوگی، توبہ صرف آخرت کے حق میں مؤثر ہوگی۔ اور اس میں بھی ضروری ہوگا کہ مال موجود ہے تو اس کے مالک کو واپس دے، ورنہ معافی کرائے۔

ہاتھ کا مطلب؟

قرآن کا لفظ اَیْدِیَھُما (بصیغۂ تثنیہ ہے) ہے جس کا مطلب دونوں ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ہر دو کے دونوں ہاتھ کاٹ دئے جائیں۔ بلکہ یہ تثنیہ ہر دو کے ایک ایک ہاتھ پر مشتمل ہے۔ اور ہاتھ سے مراد داہنا ہاتھ (الیمین) ہے۔ خود آیت میں ایک قرأت اَیْدِیَھُما کی جگہ اَیْمانَھُما کی بھی ہے (الجصاص) اور اس قرأت کی روشنی میں اس وضاحت کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی کہ ایک ایک ہاتھ ہی مراد ہے۔ اور ہاتھ کی حد ہتھیلی اور کلائی کے درمیان کا جوڑ ہے۔ جسے پہنچا یا گٹا (اور عربی میں رُسغ) کہا جاتا ہے۔ پس یہ قطعِ ید کا عمل گٹے پر ہوگا۔

☆☆☆

مولوی عبدالعلیم ✷

کسب معاش اور اسوۂ نبوی

معاملات اسلام کے پانچ بڑے شعبوں میں سے ایک نہایت ہی اہم شعبہ ہے اور اس میں بھی مالی معاملات خصوصی طور پر اس لئے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کہ وہ کثیر النوع ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہراً ہر زمانہ میں بدلتے بھی رہتے ہیں، اور اس کے کثیر التفصیل ہونے کی بناء پر عموماً اسے نظر انداز بھی کیا جاتا ہے، اس وقت یہ غفلت اتنی بڑھتی جارہی ہے کہ عام آدمی کو روزانہ پیش آنے والے بعض معاملات کی اسلام میں کیا حیثیت ہے وہ بھی اکثر و بیشتر ہمارے ذہن میں نہیں رہتی، ذیل میں مالی معاملات کے ایک اہم پہلو ''کسب معاش'' سے متعلق چند ضروری امور کو اسوۂ نبوی کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ واللہ المستعان

فضیلت و اہمیت

انسان کی معاشی زندگی کی اصلاح و تعمیر، اور اسکو بہتر، منضبط اور عدل و انصاف پر مبنی بنانے کی کوشش، تعلیمات محمدیؐ کا ایک اہم باب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں بہت سی تعلیمات دی ہیں، حصول رزق کی تعلیم اسی کا ایک اہم حصہ ہے، قرآن و حدیث میں مختلف مقامات پر اسکی ترغیب دی گئی ہے بلکہ اس کے لئے تگ و دو کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:......**فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل اللہ** زمین میں پھیلو اور اللہ کا رزق تلاش کرو {سورۃ الجمعۃ: آیت: ۱۰} اور ایک جگہ ارشاد ہے:......**فابتغوا عند اللہ الرزق** سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش کرو {سورۃ العنکبوت: آیت: ۱۷}

✷ متعلم معہد الامام ولی اللہ للدراسات الاسلامیۃ، نیرل

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول رزق کو دوسرے درجہ کا اسلامی فریضہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة،

حلال روزی کمانا دیگر فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔(۱)

یعنی ''ایمان، نماز، روزہ، وغیرہ کے بعد جو کہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں، درجہ اور مرتبہ میں حلال روزی کمانے کی فکر بھی ایک دینی فریضہ ہے۔ اور دیگر فرائض کی طرح کسب معاش میں مشغول ہونا بھی عین دین وعبادت اور موجبِ اجروثواب ہے''۔(۲)

حلال روزی کمانے والوں کے لئے بشارت

بعض احادیث میں کسب معاش کے لئے جدوجہد کرنے والوں کی ہمت افزائی کی گئی اور انھیں بشارت سنائی گئی، ذیل میں اس سلسلے کی چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ جس نے اس نیت سے دنیا کی کمائی کی کہ حلال مال حاصل کرے، لوگوں کی محتاجی سے بچے، گھر والوں کی ضروریات بخیر وخوبی پوری کرے، اور پڑوسی کے ساتھ مہربانی کرے تو اللہ تعالی اسے قیامت کے دن اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔(۳)

☆ اللہ اس بندے سے محبت کرتے ہیں جو لوگوں سے بے نیاز ہونے کی غرض سے کوئی پیشہ اختیار کرے، اور اس بندے کو ناپسند کرتے ہیں جو علم حاصل کرے اور اسے بطور پیشہ اختیار کرے۔(۴)

☆**طلب کسب الحلال کمقارعة الأبطال و من بات ناویا فی طلب الحلال بات مغفورا له** رزقِ حلال کی تلاش پہلوانوں کے مقابلہ کے مانند ہے اور جس شخص نے حلال روزی کی کوشش و فکر میں رات گذاری گویا اس نے مغفرت کی حالت میں رات گذاری (۵)

---

(۱) شعب الایمان، بیہقي، باب حقوق الاولاد والاھلین، ۵۷۱/۴، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۴ھ۲۰۰۳ء (ش)، رکنز العمال، باب کسب الحلال، ۹/۴، المدینۃ ار الرقمیۃ، ۱۴۰۰۱ھ، ۱۹۸۱ء (ش)،

(۲) معارف الحدیث (مولانا منظور نعمانی علیہ الرحمۃ): ۵۳/۷، (کتاب المعاملات)، دار الاشاعت کراچی، پاکستان-مارچ ۲۰۱۱م

(۳) شعب الایمان، بیہقی، ۲۹۸/۷، حدیث ۱۰۳۷۴، مسسۃ قرطبۃ،

قاھرۃ، (ش) رکنز العمال ۲۱/۴، حدیث ۹۲۴۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۹ء، (ش)

(۴) احیاء علوم الدین، ۶۱/۲، الباب الاول فی فضل الکسب والحث علیہ دار المعرفہ بیروت (ش)

(۵) (کتاب) الکسب: محمد بن الحسن الشیبانی، ۳۳/۱، الفصل الثالث، الناشر: عبد الھادی حرصونی، دمشق، ۱۴۰۰ھ،

عہد نبوی کے دو واقعے:

☆ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا تو دیکھا کہ انکی دونوں ہتھیلیاں سخت ہو چکی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: **أضرب با لمر والمسحاة فأنفق علی عیالی** میں کھیتی میں پھاوڑے اور کدال سے کام کرتا ہوں تاکہ اپنے بچوں پر خرچ کروں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھوں کو چوما اور ارشاد فرمایا: **ھذہ ید لا تمسھا النار** کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئیگی۔(۶)

☆ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، انکی نظر ایک ہٹے کٹے نوجوان پر پڑی جو حصول رزق کے لئے جدو جہد کر رہا تھا، اسے دیکھ کر بعض صحابہ نے کہا: افسوس کہ یہ اس کام میں مشغول ہے کاش اسکی جوانی اور طاقت راہ خدا میں کام آتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کہو اگر یہ شخص دست سوال دراز کرنے سے بچنے کے لئے اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کی غرض سے محنت کر رہا ہے تو وہ راہ خدا میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے ضعیف و ناتواں والدین اور مجبور و بے کس بچوں کے لئے محنت کر رہا ہے تو وہ راہ خدا میں ہے، ہاں (البتہ) اگر وہ دوسروں پر مفاخرت کے لئے محنت کر رہا ہو تو وہ راہ خدا میں نہیں بلکہ راہ شیطان میں ہے۔(۷)

احادیث نبوی میں بنیادی ذرائع معاش کی نشاندہی

بہت سے مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصول رزق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس کے بنیادی طریقوں کی طرف نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ انسان کی بنیادی ضرورت یعنی تجارت (business) سے متعلق فرمایا: تم تجارت کرو کیوں کہ اللہ تعالی نے نوے فیصد رزق تجارت میں رکھا ہے۔(۸)

اور فرمایا: سچائی اور دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنے والے انبیاء، صدیقین، اور شہداء کے ساتھ ہونگے،(۹)

(۶) أسد الغابة: ۱/۴۲۴، (المکتبة الشاملة)------

(۷) احیاء علوم الدین، ۲/۶۱، الباب الاول فی فضل الکسب والحث علیہ دار المعرفہ بیروت (ش)

(۸) کنز العمال، ۴/۳۰، فصل فی انواع الکسب، المدینة الرقمیة، ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء (ش)

(۹) سنن الترمذی، ۳/۵۰۵، کتاب البیوع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی التجار، حدیث ۱۲۰۸، مکتبہ: مصطفی الباجی الحلبی ۱۳۹۵ھ، ۱۹۷۵ء، (ش) / سنن الدارمی ۳/۱۶۵۳، کتاب البیوع، باب فی التجار، حدیث ۲۵۸۱، دار المغنی، ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء، ریاض، (ش)

اور ایک حدیث میں ہے: **التاجر الصدوق الامین تحت ظل العرش یوم القیامة** سچا امانت دار تاجر قیامت کے روز عرش کے سائے میں ہوگا(۱۰) اسی طرح زراعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا **:أطلبوا الرزق فی خبایا الأرض** رزق کو تلاش کرو زمین کی پوشیدہ (طاقتوں) میں،(۱۱)

اور فرمایا: باغبان اور غلہ بان کے لگائے ہوئے کھیت یا پھل میں سے کوئی آدمی یا جانور یا پرندہ کھالے تو اس باغبان اور غلہ بان کو فی سبیل اللہ صدقہ کا ثواب ملیگا۔(۱۲)

اور صنعت وحرفت (industry) سے متعلق فرمایا: کسی نے اپنے ہاتھ سے (کاریگری کرکے) کمائے ہوئے کھانے سے بہتر کوئی کھانا کبھی نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کاریگری کرکے کھاتے تھے۔(۱۳)

اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی وہ ہے جس کو آدمی اپنے ہاتھوں کے ذریعہ کاریگری (عمل) کرکے کمائے......(۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت تاجر

دنیا میں آنے والے ہر نبی نے خصوصاً اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش ضرور اختیار کیا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی معاشی زندگی گذارنے کے لئے دنیا میں سب سے پہلے زراعت کی، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت ادریسؑ درزی تھے حضرت ابراھیمؑ پارچہ فروش تھے، حضرت داؤدؑ زرہ بنا کر بیچتے تھے(۱۵)، اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حصول معاش کے لئے متعدد تجارتی اسفار کئے، زراعت بھی کی اور مزدوری بھی کی۔ ''قریش اسلام کے ہزاروں برس پہلے سے تجارت پیشہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ ''ہاشم'' نے قبائلِ عرب سے تجارتی معاہدے کرکے اس خاندانی طریقۂ اکتساب کو مزید مستحکم کردیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے، انھیں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض تجارتی اسفار کئے۔''(۱۶)

(۱۰) أبن ماجة: ۳/۶، کتاب التجارات، باب: الحث علی المکاسب، حدیث: ۲۱۳۸، دار المعرفة، بیروت، لبنان،

(۱۱) کنز العمال، ۲۱/۴، حدیث: ۹۳۰۲، المدینة الرقمیة، ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء (ش)

(۱۲) مسلم: کتاب المساقات، باب: فضل الغرس والزرع

(۱۳) صحیح بخاری ۸۰/۲، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، حدیث ۲۰۷۲، المطبعة السلفیه، قاہرہ، ۱۴۰۰ھ،

(۱۴) ابن ماجة: ۵/۳، کتاب التجارات، باب: الحث علی المکاسب، حدیث: ۲۱۳۷، دار المعرفه، بیروت، لبنان

(۱۵) (کتاب) الکسب: محمد بن الحسن الشیبانی، ۱/۳۵، الناشر: عبد الهادی حرصونی، دمشق، ۱۴۰۰ھ،

(۱۶) سیرت النبی۔ شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ: ۱/۱۳۱، ملخصاً، شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م،

اور جب چچا ضعیف ہو گئے تو اپنا اور بعض شہر والوں کا سامان لے کر فلسطین گئے، اور پھر کاروبار کے ذریعہ نہ صرف اس قابل ہو گئے کہ اپنی پرورش خود کرنے لگے بلکہ اپنے چچا کو بھی مدد دینے لگے اور چچا کے ایک بیٹے کو منہ بولا بیٹا بنا کر پالنے بھی لگے، حرکت میں برکت ہے اور دیانت میں نفع ہی نفع، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمن و بحرین (احساء) اور عمان جیسے شہروں کا سفر کرنے لگے، اور کاروانی کاروبارِ تجارت کے باعث شہر کے بڑے بڑے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساجھا (کاروبار میں شرکت) کرنے کے لئے بلانے لگے۔ (۱۷) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں سائب ابن یزید صیفی کے ساتھ ملکر تجارت کی، (۱۸) اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں بطور مضاربت تجارت کی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کا سلسلہ تقریبا بیس سال رہا، اس مدت میں تقریبا پندرہ سال ایسے گذرے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت عملا ایک ہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس کی دیکھ بھال فرماتے تھے، (۱۹)

حصول رزق کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے قریب مقامِ جرف میں زراعت بھی فرمائی، اور چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائیں، امام محمدؒ کی کتاب الکسب میں ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازدرع بالجرف... وقد کان لہ فدک وسھم خیبر وکان قوتہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام جرف میں زراعت فرمائی ......اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فدک اور خیبر میں زمینیں تھیں اور اسی پر آپ کا گذر بسر ہوتا تھا۔ (۲۰) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے سامنے ارشاد فرمایا: دنیا میں آنے والے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، تو صحابہ نے عرض کیا: کیا آپ نے بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں بھی چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (۲۱)

صحابۂ کرامؓ کا کسب معاش

تعلیماتِ نبوی کی عملی مثال یعنی صحابۂ کرامؓ میں خاصی تعداد ان حضرات کی تھی جو ایمان ودعوت سے متعلق عائد ہونے والی ساری ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتے ہوئے معاشی سرگرمی میں بھی خوب حصہ لیتے تھے۔

---

(۱۷) عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ ڈاکٹر حمید اللہ علیہ الرحمۃ: ص: ۲۹۰، ملخصاً، مطبع: جے، کے، آفسٹ پرنٹرز، دہلی، ۱۹۹۵-۹۶م،

(۱۸) سیرت الحلبیة: ۱/۲۲۲، دار المعارفة، بیروت، ۱۴۰۰ھ،

(۱۹) محاضرات معیشت وتجارت۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ملخصاً،۔۔۔۔۔۔

(۲۰) (کتاب) الکسب: محمد بن الحسن الشیبانی علیہ الرحمۃ، ۱/۶۳،، الناشر: عبد الهادی حرصونی، دمشق، ۱۴۰۰ھ،

(۲۱) بخاری ۱۳۰/۲، کتاب الاجارة، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث ۲۲۶۲، المطبعة السلفیه، قاہرہ، ۱۴۰۰ھ

حضرت ابو بکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، مقام سخ میں ان کا کپڑے کا کارخانہ تھا (۲۲)، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بھی شہر بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلقِ خصوصی بھی ان کے لئے مانع نہ بنا۔ (۲۳) اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا۔

حضرت عمرؓ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، ایک زمانہ میں انکی تجارت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ ایران تک پہنچ چکی تھی (۲۴) ''بعض احادیث کے بارے میں جو انھیں معلوم نہ ہوسکیں انھوں نے خود فرمایا: ألهاني الصفق في الاسواق

کہ بازار کے کاروبار نے مجھے غفلت میں ڈال دیا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہوسکیں'' (۲۵)

حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ بسا اوقات (جب جہاد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو) رزق حلال کے لئے جد وجہد کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ سے بڑا درجہ دیتے تھے، اور فرماتے تھے رزق حلال کی کوشش وفکر کے دوران میں مرجاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں، کیوں کہ آیتِ کریمہ: وأخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل الله، میں اللہ نے رزق حلال کے لئے کوشش کرنے والوں کا ذکر فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے پہلے کیا ہے۔

چنانچہ امام محمدؒ نے کتاب الکسب میں یہ روایت نقل کی ہے:

وقد كان عمر رضي الله عنه يقدم درجة الكسب على درجة الجهاد فيقول لأن أموت بين شعبتي رحلي أضرب في الأرض أبتغي من فضل الله أحب الي من أن أقتل مجاهدا في سبيل الله لأن...... (٢٦)

حضرت عثمان غنیؓ بنو قینقاع کے بازار میں کھجور کی خرید وفروخت کرتے تھے (۲۷)، حضرت علیؓ نے کسب معاش کی غرض سے مزدوری کی، اور بعض اوقات یہودیوں کے یہاں بھی ملازمت کے

(۲۲) سیرت النبی۔شبلی نعمانی علیہ الرحمہ: ۱/۲۰۶، ملخصاً، شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م،

(۲۳) فضائل تجارت۔حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمہ: ص: ۱۷، مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی،

(۲۴) سیرت النبی۔شبلی نعمانی علیہ الرحمہ: ۱/۲۰۶، ملخصاً، شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م،

(۲۵) فضائل تجارت۔حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمہ: ص: ۱۸-۱۷، مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی،

(۲۶) (کتاب) الکسب: محمد بن الحسن الشیبانی علیہ الرحمہ ۱/۳۳، الناشر: عبدالھادی حرصونی، دمشق، ۱۴۰۰ھ، (ش)

(۲۷) سیرت النبی۔شبلی نعمانی علیہ الرحمہ: ۱/۲۰۶، ملخصاً، شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م،

لئے گئے۔(۲۸)

ان حضرات کے علاوہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ،حضرت زبیر بن العوام ،حضرت طلحہ بن عبیدہ وغیرہ متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف ذرائع معاش اختیار کئے ہوئے تھے۔(۲۹)

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: تم یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے، اور انصار ومجاہدین اتنی کثرت سے احادیث بیان نہیں کرتے ،حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار میں خرید وفروخت کی مشغولیت رہتی تھی، اور میں پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تو اس کے بغیر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا اور ان کی غیر حاضری کے وقت بھی حاضر رہتا تھا اور وہ جو بھول جاتے وہ بھی یاد کر لیتا تھا اور میرے انصار بھائی اپنے جائداد کے کاموں میں مشغول رہتے تھے......۔(۳۰)

کسب معاش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ کار

کسب معاش اور اسی طرح ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرمی ،تواضع اور خوش مزاجی کے ساتھ پیش آتے ،عدل وانصاف ،صدق وامانت کے ساتھ معاملہ فرماتے ،اور جھوٹ ،خیانت ،وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی جیسی حرکتوں کو سخت ناپسند فرماتے ،اپنے ساجھی اور شریک کے ساتھ ایسے اخلاق وکردار کا مظاہرہ کرتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت ومعیت پر فخر کرنے لگتا۔

اس پہلو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وکردار کا اندازہ ،معاملات سے متعلق آپ کی احادیث کے علاوہ آپ کے ساتھ کاروبار میں حصہ لینے والوں کی آپ کے اخلاق کے بارے میں دی گئی شہادتوں سے بھی ہوتا ہے، ذیل میں اس قسم کی چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک کار سائب بن یزید صیفیؓ فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعم الشریک لا یماری ولا یداری ولا یشاری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین ساجھی تھے ،آپ نہ بد معاملگی کرتے اور نہ لڑنے جھگڑنے کو پسند فرماتے ۔(۳۱)''جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کاروبار میں شرکت کی ان میں ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے، ان کا بیان ہے کہ شرکاء کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ بہت صاف رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہیں آتا تھا۔''(۳۲)

---

(۲۸) فضائل تجارت۔حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمۃ: ص:۷۱-۲۹، مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی،

(۲۹) ایضا

(۳۰) بخاری ۷۲/۲، کتاب البیوع، باب: قول اللہ عزوجل: فأذا قضیت الصلوۃ.....، حدیث:۲۰۴۷، المطبعۃ السلفیہ، قاہرہ، ۱۴۰۰ھ،

(۳۱) سیرت الحلبیۃ فی سیرۃ الامین المامون: (علی بن برہان الدین الحلبی) ۱/۲۲۲ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ

(۳۲) سیرت النبی۔شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ: ۱/۲۰۶، ملخصاً، شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م،

آپ ﷺ کے بعض کاروباری ساتھی آپ کے حسن کردار کی گواہی دیتے ہوئے کہا کرتے تھے ''زمانۂ جاہلیت میں ہم نے آپ کے ساتھ تجارتی ساجھا کیا مگر ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے حساب کے بارے میں کوئی جھگڑا کیا ہو، اگر ہم آپ کا اسباب (سامان تجارت) لے کر جاتے تو آپ ہم سے صرف خیریت اور مزاج کی کیفیت پوچھتے اور مال کا ذکر تک نہ کرتے اور اگر خود اسباب لیکر جاتے تو سب سے پہلے اس کا ہم سے تذکرہ کرتے اور حساب چکانے سے پہلے گھر تک نہ جاتے۔'' (۳۳)

''آپ ﷺ کی شریکۂ تجارت مکۃ المکرمہ کی معزز و محترم اور طاہرہ کا لقب پانے والی لکھ پتی خاتون نے۔ جو پہلے کئی پیغام نکاح کو رد کر چکی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا قریب سے مشاہدہ کیا، اور تجارت کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ شام جانے والے اپنے غلام کی زبانی آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف سنی تو خود ہی آپ کی رفیقۂ حیات بننے کی خواہش ظاہر کی۔'' (۳۴)

''آپ ﷺ کے یہی وہ اوصاف حمیدہ تھے جن کی بنا پر آپ ﷺ کو الامین اور الصادق کا قابل رشک خطاب ملا، قریش آپ کے خون کے پیاسے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھتے تھے، چنانچہ ہجرت کے موقع پر جب آپ کے قتل کی مکمل سازش کی گئی اور آپ کسی طرح بچ گئے تو جاتے وقت حضرت علی کے پاس وہ ساری امانتیں دے گئے کہ انھیں انکے مالکوں کو لوٹا دینا، کیوں کہ اب مزید حفاظت ممکن نہیں۔'' (۳۵)

''اور آپ ﷺ کی یہی وہ راست بازی والی طبیعت تھی جس کی بنا پر لوگ آپ کو اپنے اہم اور مشکل مسائل میں اپنا فیصل اور حکم بناتے تھے اور آپ کے فیصلے کو چاہے وہ اپنی طبیعت کے کتنا ہی خلاف ہو ہنسی خوشی مان لیتے تھے، کیوں کہ ان کو یقین تھا کہ محمد موقع ملنے کے باوجود ناحق اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کا ساتھ نہیں دے سکتے، کعبہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود رکھنے کا واقعہ مشہور ہے، آپ ﷺ حکم تھے چاہتے تو بنو ہاشم یعنی اپنے خاندان والوں کے حق میں فیصلہ کرتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس قومی معبد کے اعزازی کام کا اعزاز سب کو دلایا۔'' (۳۶)

اعتدال ومیانہ روی

اسلام قدم قدم پر اعتدال ومیانہ روی کی تعلیم دیتا ہے، یہ دین اسلام کی اہم خصوصیت ہے، اور مذاہب

(۳۳) عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ڈاکٹر حمید اللہ علیہ الرحمۃ: ص: ۲۹۰، ملخصاً، مطبع: جے، کے، آفسٹ پرنٹرز، دہلی، ۱۹۹۵-۹۶م،
(۳۴) ایضا/سیرت النبی۔شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ: ۱/۲۰۶، ملخصاً، شبلی اکیڈمی، اعظم گڈھ، ۲۰۰۳م
(۳۵) عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ڈاکٹر حمید اللہ علیہ الرحمۃ: ص: ۲۸۸، ملخصاً، مطبع: جے، کے، آفسٹ پرنٹرز، دہلی، ۱۹۹۵-۹۶م،
(۳۶) ایضا: ص: ۲۸۹

عالم پر اس کی فوقیت کی دلیل ہے، کسب معاش کے سلسلے میں بھی قرآن وحدیث میں اس طرف خصوصی توجہ دلائی گئی ہے، اسلام میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کسب معاش دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے اور اس میں مشغول ہونا عین عبادت ہے، وہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ مال و دولت دھوکہ اور فتنہ ہے، یعنی اگر اس کو اسلامی حدود کے اندر رہ کر انجام دیا گیا تو وہ ایک فریضہ کی ادائیگی بھی ہے اور اجر وثواب کا باعث بھی اور بصورتِ دیگر وہ انسان کے جہنم میں داخل ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسلئے قرآن وحدیث میں ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، دھوکہ، جھوٹی قسمیں اور وعدہ خلافی وغیرہ جیسی قابل مذمت چیزوں کی سخت ممانعت آئی ہے، اسی طرح اس میں کلی طور پر انہماک اور ایسی مشغولیت جس سے دینی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی آئے، سے منع کیا گیا ہے۔

کسب معاش کی تعلیم زہد وتوکل کے منافی نہیں ہے

زہد کی تعلیم سے مقصود دنیاوی مال دولت اور عمدہ لباس و مکان سے دور رکھنا نہیں ہے، زہد کی حقیقت یہ ہے کہ کبھی انسان کے نفس میں لذیذ کھانے، عمدہ لباس اور عورت کی خواہش پیدا ہوتی ہے، جس سے انسان کا دل پراگندہ ہو جاتا ہے، دل سے اس پراگندگی کو دور کرنے اور اس کو صاف رکھنے کو زہد کہا جاتا ہے۔(۳۷)

زہد کی مذکورہ تعریف کی طرف اشارہ ایک حدیث میں بھی ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الزهادة فی الدنیا لیست بتحریم الحلال و لا اضاعة المال ولکن الزهادة فی الدنیا ان لا تکون اوثق بما فی یدیک اوثق مما فی یدی الله و ان تکون فی ثواب المصیبة اذا انت اصبت بها ارغب فیها لو انها ابقیت لک (۳۸)

زہد حلال کو حرام یا مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ اعتماد و بھروسہ تمہیں اس پر ہو جو اللہ کے پاس ہے اور جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر ملنے والے ثواب کی آرزو زیادہ ہو اس سوچ سے کہ وہ تکلیف تمہیں پیش ہی نہ آتی۔

”کچھ لوگ ناواقفیت سے زہد کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی دنیا کی ساری نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لے، اور کہیں سے کچھ آ جائے تو اس کو جلدی سے کہیں پھینک دے، اس حدیث میں اسی غلط خیال کی اصلاح کی گئی ہے“(۳۹)

(۳۷) حجۃاللّٰہ البالغۃ: ۲/۲۷۲، مکتبۃ حجاز، دیوبند، ۱۴۳۱ھ، ۲۰۱۰م

(۳۸) ترمذی : کتاب الزهد ، باب ماجاء فی الزهادزة فی الدنیا ،حدیث : ۲۳۴۰،مکتبة و مطبعة : مصطفیٰ الباجی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، ۲۰۰۰م، ریاض

(۳۹) معارف الحدیث: (مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمۃ) ۲/۶۹ دار الاشاعت کراچی، (پاکستان)، اپریل ۲۰۰۷م

اسی طرح توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اس کارخانہ ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو جو کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا ہے سب براہِ راست اللہ کے حکم اور اس کے فیصلہ سے ہوتا ہے اور ظاہری اسباب کی حیثیت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ چیزوں کے ہم تک پہنچنے کے لئے اللہ ہی کے مقرر کئے ہوئے صرف ذرائع اور راستے ہیں۔۔۔۔۔**اس حقیقت پر دل سے یقین کر کے صرف اللہ پر اعتماد و بھروسہ کرنا، اسی سے امید رکھنا اور اسی سے دعا مانگنا، اسی طرز عمل کا نام دین کی اصطلاح میں توکل ہے**، ظاہری اسباب کا ترک کرنا نہ توکل کی حقیقت میں داخل ہے اور نہ اس کے لئے شرط ہے۔'' (۴۰)

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مال کمانا اور خرچ کرنا زہد وتوکل کے منافی نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو زہد وتوکل کے اعلی منصب پر فائز صحابۂ کرامؓ اور کبار تابعین وتبع تابعین سے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ کوئی تجارت وکاروبار کریں، حالانکہ بے شمار صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعین نے بلکہ بہت سے انبیاء کرام نے مختلف ذرائعِ معاش کو اختیار کیا، اور خود سید الانبیاء، امام المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں مختلف ذرائع معاش کو اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی۔

البتہ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکثر علماء کرامؒ نے زہد وقناعت کے ساتھ صبر کرنے کو افضل بتایا ہے مال کے ساتھ شکر کرنے کے مقابلہ میں، اس کی وجہ بظاہر یہی سمجھ میں آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ شرعی حدود میں رہ کر مال کمانا اگرچہ جائز ہے اور قرآن وحدیث میں اس کی ترغیب موجود ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ عموما مال آجانے کے بعد آدمی ناشکری اور غفلت ونافرمانی میں مبتلاء ہوجاتا ہے الّا ماشاء اللہ۔

یہاں ایک نہایت ضروری بات یہ بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ یہ افضل وغیر افضل کی بحث اس وقت ہے جبکہ آدمی پر مال کمانا شرعی طور پر واجب نہ ہو اگر شرعا کسب معاش اس پر واجب ہو تو اس کے لئے کمانا ہی افضل ہے۔ واللہ اعلم

کسب معاش کا شرعی حکم

اہل سنت والجماعت کے جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ ضرورت کے بقدر کسب معاش فرض ہے...... چاہے آدمی فقیر ہو یا غنی، اور اس سے زائد کمانے کا اس کو اختیار ہے، اور اگر اس پر قرض ہو تو اتنا کمانا کہ جس سے قرض ادا ہو جائے فرض ہے، اسی طرح اگر آدمی کے بیوی بچے ہوں تو ان کی کفالت کے بقدر کمانا بھی فرض ہے۔ (۴۱)

(۴۰) معارف الحدیث: (مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمۃ) ۲/۱۹۵-۹۲، دار الاشاعت کراچی، (پاکستان)، اپریل ۲۰۰۷م

(۴۱) (کتاب) الکسب: محمد بن الحسن الشیبانی، ۱/۴۴ و ۵۷، الناشر: عبد الهادی حرصونی، دمشق، ۱۴۰۰ھ،

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی
ترتیب وپیشکش: بلال نعمانی

خطابِ تعزیت

[ذیل میں والد ماجد مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہٗ کا ایک بیان پیش کیا جارہا ہے، جوانہوں نے اپنے آبائی وطن سنبھل میں مؤرخہ ۳/ستمبر ۲۰۱۳ء (بروز منگل) کو کیا تھا، یعنی میرے چچا اور والد ماجد کے چچیرے بھائی جناب حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے انتقال کے اگلے دِن تدفین کے بعد۔ مخاطب صرف خاندان کے افراد تھے، خصوصاً خواتین، ناچیز نے اُسے ریکارڈ کرلیا تھا، بعد میں میرے کچھ بڑوں نے یہ حکم دیا کہ اسے قلم بند کرکے افادۂ عام کے لئے الفرقان میں شائع کردیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی جارہی ہے —— بلال]

اَلْحَمْدُ للهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ امّا بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ
اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

عن صهيب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "عجبا لأمر المؤمن، إن أمره كله خير، وليس ذلك إلا للمؤمن، إن أصابته سرّاء شكر فكان خيرا له، وإن أصابته ضرّاء صبر فكان خيرا له" (صحیح مسلم: کتاب الزہد والرقائق)

دُنیا سے آنا جانا یہی دستورِ کائنات ہے

اس دنیا میں آنا بھی لگا رہتا ہے اور جانا بھی لگا رہتا ہے، بلکہ آنا ہوتا ہی ہے جانے کے لئے، یہاں کا آنا؛ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں ہوتا، ٹھہرنے کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ کہیں اور جانے کے لئے ہوتا ہے،

لیکن جب کبھی کوئی انسان دنیا سے جاتا ہے؛ تو بالکل فطری طور پر اسکے چاہنے والوں کو بہت دکھ ہوتا ہے، لیکن ہمیں جاننا چاہئے کہ یہ اِس دنیا کا دستور ہے، ہمیں اور سب کو پیدا کرنے والے اُس عظیم رب نے ہمیں یا کسی کو بھی ایک خاص مدت کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہوتا ہے اور جب وہ وقت پورا ہو جاتا ہے، تو اُس سے ایک سیکنڈ زیادہ بھی کوئی دنیا میں ٹھہر نہیں سکتا، جیسے امتحان ہال میں کوئی طالب علم جاتا ہے تو امتحان کا جو مقررہ وقت ہوتا ہے اسکے بعد اس طالب علم کو امتحان ہال میں بیٹھنے نہیں دیا جاتا ہے۔ کوئی طالب علم لاکھ کہے کہ میرے گھر میں لائٹ نہیں ہے، بہت گرمی ہے، امتحان ہال میں Cooler لگے ہیں، پنکھے چل رہے ہیں، مجھے یہاں تھوڑا آرام کرنے دیجئے! مجھے یہاں مزید رُکنے دیجئے! دنیا کے کسی بھی امتحان ہال میں کسی بھی طالب علم کو امتحان کا وقت پورا ہو جانے کے بعد ایک منٹ بھی رکنے نہیں دیا جاتا۔

یہ دُنیا ایک امتحان گاہ ہے، قیام گاہ نہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم اصل میں اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ دنیا دراصل ایک امتحان گاہ ہے اور یہاں اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں اور بندیوں کا امتحان لینا چاہتا ہے، اللہ کبھی امتحان لیتے ہیں کچھ نعمتیں دے کر، خوشیاں دے کر، اس وقت وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرے بندے اور بندیاں خوشیاں کیسے منا رہے ہیں؟ اِن نعمتوں کا استقبال کیسے کر رہے ہیں؟ اِترا کے کر رہے ہیں، فضول خرچی کر کے کر رہے ہیں، ایسے خوشیاں منا رہے ہیں کہ غریبوں کا دل دکھ رہا ہے، ان خوشیوں کو یہ اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں؛ یہ تو میری کمائی ہے، یہ تو میری محنت کا نتیجہ ہے، یہ میری چالاکی کا نتیجہ ہے، جب کوئی انسان خوشیوں کے موقع پر ایسی کیفیت کے ساتھ رہتا ہے تو وہ امتحان میں فیل ہو جاتا ہے۔ اور کسی انسان کو جب خوشی ملتی ہے؛ تو وہ اس وقت دل کی گہرائیوں سے اس بات کو یاد رکھتا ہے کہ یہ خوشی میرے اللہ نے مجھ کو دی ہے، اور یہ خوشی جو اللہ نے دی اس بات کی گارنٹی نہیں کہ وہ مجھ سے خوب خوش ہے، بلکہ دراصل اس نے یہ خوشی مجھ کو دی ہے میرے امتحان کے لئے؛ جب بھی کوئی انسان یہ یاد رکھتا ہے اور خوشی کو اس طرح مناتا ہے کہ کسی کا دل نہیں دکھتا، کوئی فرض نہیں چھوٹتا، کوئی نیکی نہیں چھوٹتی، کوئی گناہ نہیں ہوتا، سنّتوں کا جنازہ نہیں نکلتا، بے حیائی کے کام نہیں ہوتے؛ تو اس خوشی کا ملنا اس نعمت کا ملنا انسان کے لئے خیر کا باعث بنتا ہے۔

اور اللہ نہ کرے اگر کوئی غم ملتا ہے کوئی حادثہ ہوتا ہے، کوئی مرضی کے خلاف بات پیش آتی ہے، کوئی صدمہ پہونچتا ہے، تو اس وقت بھی اللہ ہم بندے بندیوں کے دل میں جھانک کر دیکھتے ہیں، اللہ رب العزت

اپنے بندوں کے دلوں کی کیفیت کو دیکھتے ہیں کہ اس غم کے موقع پر ان کے دلوں میں کہیں میرے لئے ناراضگی تو نہیں ہے، اپنی قسمت کا کچھ گلہ شکوہ تو نہیں کررہے ہیں، اس طرح کی بات تو نہیں کررہے ہیں کہ اس پریشانی نے آخر ہمارا ہی گھر کیوں دیکھا، یہ کسی اور کے گھر کو بھی دیکھ سکتی تھی، کیا مصیبت ہے کہ ساری مصیبتیں مجھے ہی گھیرے رہتی ہیں، کیوں اللہ نے یہ حادثہ میرے گھر پر بھیج دیا، اس طرح کی باتیں جب ذہن میں آتی ہیں؛ تو ڈر لگتا ہے کہ اللہ کہیں امتحان میں فیل نہ کردے، ایک تو ملا غم اور دوسری ملی ناکامی۔ یہ بہت بڑے خسارے کا سودہ ہے۔

حالتِ غم میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہمارے اُسوہ ہیں۔

اوراس کے برعکس اگر اللہ کسی بندے اور بندی کے دل کو دیکھتے ہیں، کہ حادثہ کی وجہ سے غم ہوا، آنکھوں سے آنسو نکلے، دل تڑپا، مگر اللہ دیکھتے ہیں کہ اس غمزدہ انسان نے، غمزدہ بیوی نے، غمزدہ بچوں نے، غم سے نڈھال بھائیوں نے، دکھی رشتہ داروں نے، اپنے آپ کو تھاما، اور وہ کیا جو اُس وقت ہم سب کے رہبر و معلّم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا تھا؛ اُس وقت جب آپ پر غم پڑا تھا جب آپ کے چہیتے صاحب زادے کا انتقال ہوا تھا، اس وقت آپ نے کیا رویہ اختیار فرمایا تھا، فرطِ غم سے آپ کے آنسو بہہ پڑے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (غم کی شدت سے) آپ بھی رو پڑے تو آپ نے فرمایا ''انھا رحمة'' یہ پیار کی وجہ سے ہے، پھر آپ پر رقت طاری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''**العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک یاابراھیم لمحزونون ولانقول الامایرضی ربنا، اناللہ وانا الیہ راجعون**'' آنکھ رورہی ہے، اور دل میں غم ہے اور اے ابراہیم! ہمیں تمہاری جدائی سے شدید غم ہے مگر زبان سے ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جو بات ہمارے رب کو خوش کرتی ہے اناللہ۔۔۔۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف ہم واپس جانے والے ہیں، ہمارے ابی رحمۃ اللہ علیہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے تھے، کہ اِنَّا لِلّٰہِ کا پیغام یہ ہے کہ، ہم سب اور ہمارا سب اللہ کا ہے، یہ جو بھی گیا ہے، وہ بھی اللہ ہی کا تھا، جو یہاں موجود ہیں وہ بھی اللہ ہی کے ہیں۔ مسئلہ کہاں سے پیش آتا ہے، ذہنوں میں یہ بات ہوتی ہے، کہ وہ میرا تھا، شوہر تھا، بھائی تھا، باپ تھا، چچا تھا۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔ ٹھیک ایسے موقع پر اللہ نے یاد دِلایا، یہ جو تمہارے آپس میں رشتے تھے، یہ دُنیاوی ضرورت کی بناء پر رشتے بنائے گئے تھے، ورنہ ازلی حقیقت یہ ہے کہ تم سب کے سب میرے ہو، تم

فلاں کے ہو اور وہ تمہارا ہے، معاملہ یوں نہیں ہے، دراصل تم سب میرے ہو، میرے لئے ہو، میں تم سب کا مالک ہوں، اور مالک کو پورا پورا حق ہوتا ہے اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کا۔ جب ہمیں اِس بات کا دھیان ہوگا، اور یہ تو خاص وقت ہے یاد کرنے اور یاد دِلانے کا، کہ جانے والا اللہ کا تھا، اللہ نے واپس لے لیا، کون اختلاف کرسکتا ہے، جو امانت رکھواتا ہے، اسکو حق ہوتا ہے، کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔ اللہ نے دی تھی نعمت واپس لے لی۔

اچھا کیا وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا کر دئے گئے؟ اب کبھی ملاقات اور ساتھ نہیں ہوسکتا؟ نہیں!! ایسا نہیں ہے۔ اگلے ہی جملے میں اِس اندیشے کو بھی ختم کر دیا گیا، فرمایا، اور ہم سب اُسی کے پاس ہی تو واپس جانے والے ہیں، وہ جانے والا جہاں گیا ہے۔ ابی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے تھے، کہ جس طرح حج کے سفر کے لئے ۱۰/۲۰ لوگ فارم بھرتے ہیں، اُن سب کی سیٹیں الگ الگ کنفرم ہوتی ہیں، بعض دفعہ ایک گھر کے افراد، قریبی رشتہ داروں کی فلائٹ کی تاریخیں الگ الگ ہوجاتی ہیں۔ تو وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں، کہ کوئی بات نہیں آج میری فلائٹ ہے، انشاء اللہ پرسوں آپ کی فلائٹ ہے، ہم لوگ وہاں ساتھ ہوجائیں گے کوئی بات نہیں۔ رب کعبہ کی قسم موت ایسی چیز ہے کہ آج جانے والا گیا ہے، کل ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔ ایک ہی جگہ جانے والے ہیں Destination (منزل) ہمارا ایک ہی ہے، وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ، اور یہ تو وہاں جاکر پتا بھی نہیں چلے گا کہ اتنی لمبی مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ ”لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ“ سالوں کے فاصلے محسوس تک نہیں ہونگے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے سب رشتہ دار، اعزّاء اقارب ایک جنت میں اکھٹا جمع ہوجائیں گے، سب خاندان کے لوگ۔ قرآن کی بعض آیتیں ایسی امید دلاتی ہیں کہ ”وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ“ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ نیک بن کر دنیا سے گئے اور ان کی اولادیں بھی انکے راستے پر چلیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان سب کو ایک ساتھ جنت میں جمع کر دینگے۔

اب بھی جانے والے کی خدمت کی جاسکتی ہے۔

یہ جو وقت ہے اس وقت ہم سب کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں خاص طور پر یہ دعاؤں کا وقت ہے میں ابھی اندر بیٹھ کے بات کر رہا تھا یہ کوئی نہ سمجھے کہ خدمت کا موقع چلا گیا، آپ سب نے اِن دِنوں میں خوب خدمت کی، واللہ پورا خاندان گواہ ہے کہ آپ سب لوگوں نے خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، میرا دل چاہتا ہے کہ میں جسارت کروں اور یہ یقین دلا دوں کہ جن جن لوگوں نے خدمت کی ہے اللہ نے انشاء اللہ ان

کی خدمتوں کو قبول کر کے مغفرت کے فیصلے کر دئے ہونگے۔ خدمت کوئی معمولی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ ایک کتّے کے پلے کو پانی پلا دینے کی وجہ سے اللہ نے ایک زندگی بھر کی فاحشہ اور بدکار عورت کی مغفرت کر دی تھی، میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ابھی بھی خدمت کا موقع ہے، بعض وقت گھر والوں اور قریبی لوگوں کا یہ احساس ہوتا ہے، چاہے کتنی بھی خدمت کی ہو مگر۔۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ تو ابھی بھی خدمت کا اور اہم ترین خدمت کا موقع ہے، اور وہ اس طرح ہے کہ جی بھر کے انکے لئے دعائیں کریں، جب یاد آجائے نماز کے لئے کھڑی ہو جائیں، ایسے ہی دعاء میں بیٹھ جائیں، کبھی تلاوت کرنے لگیں، اور ان سب کے بعد دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ اللہ انکی مغفرت فرما دے، اللہ جنت دے دیں، اللہ زندگی میں جتنی غلطیاں ہوئیں ہوں، سب کو معاف کر دیجئے، اور آپ کی توفیق سے جو نیکیاں ہوئیں انکو قبول کر کے اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرما دیجئے، خوب دعائیں مانگیں۔

ایک بہت پیاری خبر

ایک بہت پیاری خبر ہے میں نے اسکو ابی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مرتبہ سنا کہ جب کوئی شخص کسی جانے والے کے لئے دعا کرتا ہے اور اس دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اس جانے والے کے درجات بلند ہوتے ہیں، اسکے آرام وراحت کے اہتمام میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یا اللہ کی پناہ! اللہ نہ کرے! اس پر کوئی عذاب ہو رہا ہوتا ہے، یا پھر کوئی تکلیف تھی، اور وہ تکلیف یا عذاب اٹھالیا جاتا ہے، تو وہ بندہ اللہ کی اجازت سے دریافت کرتا ہے کہ اللہ میں تو دنیا سے چلا آیا؛ میں تو ایک مرتبہ سبحان اللہ بھی نہیں کہہ سکتا، اب جو مجھ پر اچانک یہ نعمتیں ہوئیں یا جو مجھے تکلیف دی جارہی تھی وہ تکلیف اٹھالی گئی، یہ کیسے ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بتایا جاتا ہے کہ تمہارے فلاں چاہنے والے نے تمہارے لئے دعاء مانگی اسکو قبول کر کے ہم نے تمہارے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ وہ بندہ اس کو سن کر بے پناہ خوش ہوتا ہے اور پھر اس خوشی کی وجہ سے وہ اپنے اللہ سے ایک بات کہنے کی اجازت مانگتا ہے، اللہ دنیا میں آپ نے ہم کو یہ سکھایا تھا کہ جو تمہارے اوپر احسان کرے تم بھی اس پر احسان ضرور کیا کرنا۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ اللہ فلاں نے میرے اوپر احسان کیا ہے میرے لئے دعا مانگی ہے اور اے اللہ اب میں اس پر احسان کرنا چاہتا ہوں، کیسے کروں، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعہ سے ترکیب بتائی جاتی ہے کہ تم کو ہم ایک مقبول دعا مانگنے کی اجازت دیتے ہیں، تم دعا مانگو اس احسان کرنے والے کے لئے ہم قبول کرتے ہیں، تو پھر وہ جانے والا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ

اللہ میری بیوی نے، میرے بچوں نے، میرے بھائیوں نے، میرے فلاں چاہنے والے نے، میرے فلاں دوست نے، مجھ پر احسان کیا ہے؛ اب میں اس پر احسان کرنا چاہتا ہوں، اللہ جب تک انہیں دنیا میں رکھیئے گا، عافیت کے ساتھ رکھیئے گا، اور جب دنیا سے بلایئے گا ایمان کامل پر آسان موت دیکر اپنے پاس بلا لیجئے گا، اور بے حساب و کتاب مغفرت کر دیجئے گا—— اللہ اکبر کبیراً —— ابھی ہمارے پاس وقت ہے، یہ موقع ہے اور یہ موقع مرتے دم تک جاری رہے گا، اللہ خوب دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم ہیں نازاں کہ اُن سے نسبت ہے ہماری

آخر میں ایک اور ضروری بات اپنے چھوٹوں سے کہنا چاہتا ہوں، ہم سب کو جس عظیم عالم ربانی (حضرت ابیّ علیہ الرحمۃ) کی طرف اور خاندان کے دوسرے بزرگ اور اللہ والی شخصیتوں کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے، وہ ہمارے لئے صرف فخر اور اعزاز کی چیز نہ ہو کر رہ جائے، (جیسا کہ کئی بار بزرگوں کے قریبی لوگوں کا حال دیکھا جاتا ہے) بلکہ ہمیں ان جیسا بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آپ کے بڑوں نے آپ کو بتایا ہوگا کہ حضرت ابیّ اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنے بڑوں کے قدموں سے وابستہ رہنا چاہتے تھے، بھاگ بھاگ کر بزرگوں کی خدمت میں جاتے تھے۔ انہوں نے ہماری امّی کو بھی پہلے حضرت مدنیؒ سے پھر حضرت شیخؒ سے بیعت کروایا، ہمارے چچا صاحب مرحوم ان ہی کے ذریعہ حضرت رائے پوری سے بیعت ہوئے تھے، یہاں تک کہ بشیر تایا جو نابینا اور سفر سے معذور تھے وہ بھی ان ہی کی وساطت سے حضرت رائے پوری سے غائبانہ بیعت ہوئے تھے۔ یہ سب دراصل اس وجہ سے تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے کو چھوٹا، اور طالبِ اصلاح اور بڑوں کی نگرانی ورہبری کا محتاج سمجھتے رہے —— دعا ہے کہ ہم سب اپنے بزرگوں کی تمام اچھی روایات کے مکمل وارث بن جائیں۔

ایسا لگ رہا ہے کہ حبیب بھائی مرحوم ہم سب سے کہہ رہے ہیں ؎

عزیزو! موت سے پہلے ضرور جی لینا
یہ کام بھول نہ جانا بڑا ضروری ہے

(آخر میں طویل اور رقت آمیز دعا پر خطاب مکمل ہوا)

☆☆☆

یادرفتگاں

مولانا عبدالمؤمن ندوی

حبیب بھائی (مرحوم)

[گزشتہ شمارے (اکتوبر: ۲۰۱۳) کے ادارتی صفحات میں اس عاجز نے اپنے عمزاد بھائی حبیب الرحمٰن نعمانی کے حادثۂ انتقال کی خبر دی تھی، اور چند سطریں ان کے بارے میں لکھ کر یہ اطلاع دی تھی کہ انشاءاللہ ان کے بارے میں تفصیلی مضمون مرحوم کے حقیقی بھائی مولانا عبدالمؤمن کے قلم سے آئندہ شمارے میں آئے گا۔ ذیل میں وہی مضمون ملاحظہ فرمائیں ——— مدیر]

ماہ اکتوبر کے الفرقان اور دیگر ذرائع سے قارئین اور دیگر اہل تعلق کو میرے بڑے بھائی جناب حبیب الرحمن نعمانیؒ کے حادثۂ وفات کی اطلاع مل چکی ہے۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔ بھائی صاحب تقریباً سات ماہ سے ایک موذی مرض میں گرفتار تھے۔ مرض سنگین تھا، یہ پورا وقت تکلیفوں اور معذوریوں ہی میں گذرا، آخر وہ دوستمبر بروز پیر بوقت ساڑھے نو بجے شب، اپنی اولاد، اہل خانہ، اخوان واحباب، اعزاء واقارب کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بھائی صاحب مرحوم مجھ اصغر القوم کی جانب سے تیسرے نمبر پر تھے، مجھ سے بڑے یحییٰ بھائی مدظلہ اور ان سے بڑے حبیب بھائی مرحوم۔ غالباً یہ ان کی عمر کا اٹھاون واں سال تھا۔ ادھر کچھ عرصہ سے کم خوابی کی شکایت تھی اس کے لئے کبھی خواب آور دوا لے لیتے یا اپنی معجون استعمال کرتے جو اس مرض کے لئے تیار کی تھی، نیند نہ آنے کو صرف اس قدر محسوس کیا۔ بس۔۔۔ مقدر کہ کسی اور جانب ذہن ہی نہیں گیا۔ طبیعت میں نہایت ہی پھرتیلا پن تھا۔ جسم بھی استوان تھا، اس وجہ سے کچھ دھیان دیگر لوگوں کا بھی ادھر نہیں ہوا جب کمزوری بڑھی اور چال میں محسوس ہونے لگی تب لوگوں نے دوڑ بھاگ کی۔ میں اس وقت عمرہ کے سفر پر تھا بار بار خیریت معلوم کرتا، صرف دعاء کے لئے فرماتے اور کہتے جب آجاؤ گے تو کسی جگہ دکھلانے چلنا ہے۔ واپسی کے بعد مختلف جگہ لیکر گئے۔ ماہر امراض ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ایک بڑے سرجن نے مشورہ دیا

کہ آپریشن نہ کرایئے گا جان کا خطرہ ہے۔بصورت دیگر فالج کا ہوجانا یقینی ہے۔لہٰذا گھر کے بڑوں سے مشورہ کے بعد طے کرلیا گیا کہ آپریشن سے بچنا ہے ہومیو پیتھک علاج جاری رہا۔طبیعت میں اتار چڑھاؤ آتا رہا درمیان میں ایک ماہ کا عرصہ بہت اچھا گزرا امید ہوچلی کہ انشاء اللہ اور موقع ملے گا لیکن عید کے کچھ ہی دن کے بعد مرض نے پھر شدت اختیار کرلی۔بنتی آس ٹوٹنے لگی لیکن وہ خود سراپا توبہ واستغفار اور حمد وشکر کا مجسمہ بنے رہے۔البتہ جب بھی تکلیف بڑھتی تو کہتے کہ قاری صاحب کو بلاؤ (اس عاجز کو وہ اسی لقب سے پکارتے تھے) پھر کچھ دم کرنے کو کہتے۔پھر کہتے کہ تمہارے پڑھنے سے بڑا سکون ملتا ہے۔مزاج پرسی کرنے والوں کا تانتا لگا رہتا جس سے اہل خانہ کو زحمت ہوتی تو اس کے لئے ایک بار معذرت کا پرچہ بھی لگانا پڑا میں نے مذاقاً کہا بھائی صاحب آپ کے ووٹر بہت نکلے۔

برادر معظم مرحوم کی ذات وشخصیت کوئی زیادہ مشہور یا غیر معمولی نہیں تھی،وہ کوئی عالم،حافظ وقاری بھی نہیں تھے،مطب تو انکا اپنا تھا مریض بھی خوب آتے لیکن کوئی زیادہ بڑے حکیم بھی نہیں تھے،مگر ان کے اخلاق اور بعض دیگر صفات نے ان کو بڑی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی۔ابتدائی تعلیم سنبھل کے مکتبوں اور مدرسوں میں ہوئی تھی۔دینی تعلیم کے لئے حضرت والد ماجد مولانا حکیم محمد احسن صاحب مرحوم نے ایک بار ان کو برادر معظم حضرت مولانا محمد عارف سنبھلی صاحب (رحمہ اللہ تعالی) کے ساتھ اعظم گڑھ بھیجا تھا لیکن قسمت۔۔۔کہ وہ اس لائن میں آگے نہ چل سکے۔واپس آکر سنبھل ہند انٹر کالج میں تعلیم مکمل کی اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مزید تعلیم حاصل کی۔

میرے ساتھ انکی شفقت ومحبت کچھ زیادہ ہی تھی بلکہ یوں کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ انکی شفقت اکرام کی حد چھو رہی ہوتی تھی،اسکی ایک ظاہری وجہ تو یہ تھی کہ میں ان کا چھوٹا بھائی تھا دوسرے وہ حفظ قرآن کی نسبت اور دینی لائن کے اس ظاہری تعلق کا بے حد خیال فرماتے،بیماری کے درمیان اگر میں نے کبھی چپل پہنا دئے تو بہت شاق گزرتا؛ کہتے کہ بیماری بھی کیا کیا کروا رہی ہے،بچوں کی اسپر ڈانٹ ڈپٹ کرتے۔جب بات انکی شفقت کی قلم پر آہی گئی تو یہ لکھ دینا بھی ضروی ہے کہ انھیں مجھ سے زیادہ میرے جسم وجان کی فکر رہتی،کسی جلسہ میں رات کو جانا ہوتا تو فرماتے کہ جلدی جایا کرو اور دیر رات واپس نہ ہوا کرو۔بلکہ رات گزار کر واپسی کیا کرو ورنہ کسی اسلحہ والے کو ساتھ لے جایا کرو۔

سنبھل میں مدرسہ کے باہر یا مدرسہ کے میدان میں جب کبھی جلسہ ہوتا تو وہ بیٹھتے کم چلتے پھرتے زیادہ۔

ہر اجنبی چہرہ پر ان کی نگاہ ہوتی (ان کی یہ فراست محلہ میں مسلم تھی) سنبھل اور اس کی خاص فضا کے پیش نظر وہ پورے جلسہ و بیان میں مستعد رہتے۔ مدرسہ کے ایک مدرس نے ان کے انتقال پر کہا کہ مدرسہ ہی یتیم ہوگیا۔ پھر خود کہنے لگے اگر کبھی مدرسہ میں رات کو کوئی اجنبی، مشتبہ آدمی آگیا اور ہم نے حبیب بھائی کو فون کر دیا، کمروں سے نکلنے میں طلبہ کو تو دیر ہو جاتی مگر وہ اپنے لائسنسی اسلحہ کے ساتھ موجود ہوتے۔

اللہ ان پر اپنی رحمت کی بارش فرمائے، وہ نہایت صاف دل، نفاست پسند، صاف گو، بے کینہ، انتہائی نظم وضبط کا مزاج رکھتے تھے۔ ان کی یہ طبیعت ہم بھائیوں کی موجودہ پانچ رکنی جماعت کے درمیان، خود ان پر ان کے تینوں بچوں پر، اور ان کے گھر میں اچھی طرح نظر آتی تھی۔ مہمانوں کی خبر گیری، دوست واحباب کی ضیافت تو انکی فطرت تھی، اسی وجہ سے انکے متعلقین میں یہ جملہ مشہور تھا کہ حبیب بھائی پکڑ پکڑ کر چائے پلاتے ہیں۔

الحمدللہ وہ صوم وصلاۃ اور دیگر فرائض کے پابند تو ہمیشہ سے تھے، کسی قدر نوافل کا بھی اہتمام تھا۔ مگر قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے ترجمہ کے مطالعے کا ان کو خاص ذوق اور شوق تھا۔ قرآن سے تعلق ان کی طبیعت کا حصہ بن گیا تھا۔ ان کے دن کا آغاز ہمیشہ فجر بعد اسی سے ہوتا تھا، جس کے بغیر وہ کوئی کام شروع نہ کرتے۔ میں نے تقریبا پچیس سال ان کا یہ عمل دیکھا، جس قدر ان سے ممکن ہوتا وہ قرآن کو ترجمہ کی مدد سے سمجھتے، تلاوت کے دوران بسا اوقات انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اپنے دوستوں سے قرآن مع ترجمہ کے پڑھنے کی بہت تاکید کرتے۔ عقیدہ توحید کا بڑا اہتمام تھا اور اس سلسلے میں ان کا مسلک وذوق ہمارے خاندان کے عام مزاج کے مطابق حضرت شاہ اسماعیل شہید اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان والا تھا۔ وہ کبھی جوش میں کہا کرتے کہ اگر قرآن کا ترجمہ پڑھ لیا تو شرک پاس ہو کر بھی نہیں گزرے گا۔ ان کا مطب اسی مسلک وعقیدہ کی دعوت کا ایک ہلکا پھلکا مرکز بھی تھا، جس میں وہ اپنے مخصوص پر مزاح انداز میں شرک وبدعت کی تردید کرتے رہتے تھے۔ اپنے مریضوں سے صاف ستھری توحید اور ترک بدعات کا مطالبہ کرتے۔ گاؤں دیہات کے لوگوں سے کہتے کہ ہمارے مدرسہ میں بس اپنا ایک بچہ پہونچا دو باقی تم سے کچھ نہیں چاہئے۔ مریض غیر مسلم ہوتا تب بھی دین کی باتیں ان کے لئے لازم تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک خاص انعام رحم دلی اور ہمدردی کا جذبہ تھا۔ طبیعت میں رقت اور نرمی بہت تھی اور اس سلسلے میں قابل رشک حد تک باتوفیق تھے۔ کمزور حالوں اور غریبوں کی خدمت کی خاص توفیق ان کو ملتی تھی۔

ایک بار ایک خستہ حال خاتون آئی اور کہنے لگی کہ حبیب بھائی! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے انھوں نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ تم کم عمر ہو یاد رکھنا سر محشر میری رسوائی نہ ہو۔ پھر اس بہن نے کہا میرے گھر کی دیواریں نیچی ہیں اور دروازہ بھی نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی خود جا کر جائزہ لیا۔ معمار کے ذریعہ دیواروں کو بلند کرایا، دروازہ لگوایا اور اپنے گھر کی ٹین کی چادریں مزید لگوائیں پھر کہا کہ اب گھر محفوظ ہو گیا کسی کی نگاہ بھی نہیں پڑے گی۔

قریبی لوگوں میں ایک صاحب کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے پیچھے کئی چھوٹے بچے چھوڑے، ہمارے حبیب بھائی نے اپنے گھر آنے والے دودھ کا ایک حصہ مستقل ان کے گھر پہنچایا، تا کہ بچے پریشان نہ ہوں، کبھی کھانا عام دنوں کے مقابلہ اچھا ہوتا تو اہل خانہ سے کہتے کہ تم دستر خوان لگاؤ میں کھانا دے کر آتا ہوں۔ گھر میں کام کرنے والے مزدوروں کی چائے خالص دودھ سے تیار کراتے اور کہتے کہ ان بے چاروں کو کہاں ملتی ہوگی۔ صبح کے ناشتہ میں مدرسہ مدینۃ العلوم کا ایک کمزور حال بچہ شامل رہتا، مجھ جیسے ظاہر بیں کو کبھی سمجھ میں نہ آتا کہ وہ ان مصارف خیر میں اتنی مسابقت کیوں کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھی میں نے عرض بھی کیا کہ تحقیق تو کر لیا کیجئے کہ ضرورت مند بھی ہے یا نہیں۔ ان کا سیدھا سادھا ایک جواب ہوتا کہ ارے! بڑے ٹوٹے حال میں ہے۔ روٹیوں کے بھی لالے ہیں۔ لیکن اب سمجھ میں آیا کہ وقت اتنا ہی لیکر آئے تھے۔ منزل قریب تھی جسکے لئے وہ نہایت تیزی سے سامان فراہم کر رہے تھے۔

آنے والے مریضوں کا حد درجہ خیال رکھتے۔ بلا قیمت دوا دے دینا ان کے یہاں کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ کبھی کبھار مریضہ یا مریض بے تکلف واپسی کا کرایہ مانگ لیتا تو وہ بھی خوشی سے دے دیتے۔ انکا مطب کبھی دوا خانہ نظر آتا اور بلا مبالغہ کبھی رفاہی کام کا مرکز اور ضعفاء و کمزوروں کا ٹھکانہ۔ بار بار ایسا دیکھنے کو ملا کہ کسی کو دوا دی پھر وہ مریض یا مریضہ رونے لگی، وجہ معلوم کی، بتلایا کہ مکان کی چھت گر گئی ہے، فوراً ہی انکے لئے لازم تھا کہ اسکا انتظام کریں اس کام میں ان کے شوق وجذبہ کا یہ حال تھا کہ وہ خود معمار کا انتظام کرتے۔ جگہ قریب ہوتی تو بار بار جا کر نگرانی کرتے، دور ہوتی تو کسی عزیز کو بھیج کر پتہ لگواتے، سنبھل کے مشہور آنکھوں کے سرجن سے کہہ رکھا تھا کہ میں کسی کو بھیجوں تو بلا قیمت آپ آپریشن کر دیں، اخراجات میرے ذمہ ہیں۔ کسی کا بیٹا پولیس کے ظلم کا شکار ہے تو حبیب بھائی دوڑ رہے ہیں، کسی بیوہ کے گھر میں نل خراب ہو گیا ہے بھائی صاحب بنوا رہے ہیں۔ کسی کا آپریشن ہونا ہے اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ خرچ اپنے پاس سے بھی کر رہے ہیں، اپنے بھائیوں سے بھی کروا رہے ہیں اور دوستوں اور اہل تعلق کو بھی توجہ دلا رہے ہیں۔ ان کا یہ حال بڑا

قابل رشک نظر آتا تھا اور حدیث نبوی کی اس بشارت کو یاد دلاتا تھا کہ

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ و کالقائم لا یفتر و کالصائم لا یفطر (بخاری، مسلم)

بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کے راستے کے مجاہد کی طرح اور اس عبادت گزار کی طرح ہے جو رات بھر بے تکان نماز پڑھے اور دن میں لگا تار روزہ رکھے۔

مریضوں سے ان کے تعلق کا یہ حال تھا کہ مرض وفات میں اپنے چھوٹے بیٹے عزیزم ایمن حبیب کو ایک بار بلایا اور کہا کہ میرا معمول ہے کہ اپنے مریضوں کو دوا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے شفا کی دعا بھی مانگتا ہوں۔ اگر تم حکیم بن جاؤ تو ایسا ضرور کرنا، شفا اسی کے اختیار میں ہے۔ اس لمبے عرصہ میں کسی نے ان کی زبان سے کوئی حرف شکایت کا نہیں سنا۔ ان کے اہل خانہ کا بیان ہے کہ دورانِ بیماری میں نے کبھی چھوٹے بچوں کی تعلیم یا ان کے دنیاوی مستقبل کے بارے میں کوئی بات کی تو ہمیشہ ایک ہی بات کی، اللہ سے مانگو! اسی پر بھروسہ رکھو! یا کبھی صرف آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

ان کی اس بیماری کے ایام جو بالآخر مرض وفات ہی ہوا بڑے قابل رشک اور ہم جیسوں کے لیے بڑے سبق آموز گزرے۔ اس مدت میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق کا معاملہ دیکھنے میں آیا۔ ہمہ وقت ذکر و تسبیح میں مشغولی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ محبت و اعتماد اور عبدیت و انابت کی خاص کیفیت۔ جب تک ہوش رہا تو یومیہ ان کے کلمات توبہ و مناجات کی تعداد ہزاروں میں رہی۔ مزاج پرسی کے لئے آنے والے علماء کرام سے معلوم کرتے کہ بتلاؤ کیا پڑھوں۔ اس درمیان عجیب کیفیت یہ دیکھنے کو ملتی کہ جس شدت کے ساتھ مرض کا حملہ ہوتا وہ اتنی ہی تیزی کے ساتھ بار بار۔ رب اغفر وارحم۔۔۔ لا الہ الا انت سبحانک۔۔۔ اور جب کسی قدر سکون ہوتا تو معلوم کرنے پر کہتے اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔ ہم ان کی زندگی میں ان کی خوبیوں کے قائل تھے مگر ایسی توقع ان سے قائم نہیں ہوتی تھی۔ ان کے آخری حال کے بارے میں سوائے اس کے کچھ کہنا ممکن نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص توفیق اور کرم تھا۔

تقریباً شروع سے ہی مرض نے ان کو معذور کر دیا تھا، اس کے علاوہ درمیان میں بار بار ایسی شدید تکلیفوں کے دور بھی آتے کہ بس اللہ کی پناہ۔ جس کو دیکھنا ان کے اہل خانہ اور بھائی بھتیجوں کے لئے بہت مشکل ہوتا تھا۔ مگر اللہ کا وہ بندہ خود صبر و رضا کا پیکر اور ہمہ تن شکر بنا ہوا تھا۔ بہر حال وقت گزرتا گیا ان کا جسم نڈھال ہوتا گیا آخری ہفتے میں کھانسی کا زبردست حملہ ہوا ان کے معالج خاص نے بتلایا کہ مرض نیچے تک اتر آیا ہے۔ جب تک ہوش رہا بیٹھ کر لیٹ کر نمازوں کا سلسلہ بحمد اللہ جاری رہا، اپنے بھتیجے عزیزم حافظ محمد فیصل سے نماز پڑھواتے اور کہتے

کہ ذرا لمبا پڑھا کرو تمہارے پڑھنے میں بڑا لطف اور لذت ملتی ہے۔ مرض اور تکلیف کی اس حالت میں توبہ و استغفار، مناجات و درود شریف، تعلق مع اللہ، شکر و حمد باری کے ساتھ ان کا جو حال نظر آتا رہا، اس سے قوی امید ہوتی ہے کہ ان شاء اللہ آخرت میں وہ اونچے درجات کو پہونچائے گئے ہونگے، اور ان کے ساتھ ان کے مالک نے مغفرت و رحمت کا بہت اچھا معاملہ کیا ہوگا۔ اس دوران یہ رسمی مولوی برابر دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ اگر عامیوں اور غیر مشہور لوگوں کی دربار خداوندی میں حاضری اور اس کی تیاری ایسی ہوتی ہے۔ تو اللہ والوں کی کیسی ہوتی ہوگی!!

اللہ کا احسان کہ میرے برادر مربی و محسن مولانا سجاد نعمانی زید مجدہ ۲؍ستمبر کی صبح (یعنی اُن کی زندگی کے آخری دن) سنبھل تشریف لے آئے، آج کے دن کمزوری خطرے کی نشان دہی کررہی تھی۔ لہذا گھر کے سبھی لوگ بھائی صاحب کے قریب تھے۔ ذکر کی تلقین پڑھنے پڑھانے اور دعا و مناجات کا سلسلہ جاری تھا۔ ساڑھے نو بجے شب کے قریب وقت موعود آپہنچا، ایک جانب ان کی شفقتوں مین ڈھکا محبتوں میں محفوظ ان کا یہ چھوٹا بیٹھا ہوا تھا۔ اور دوسری جانب سجاد بھائی دعا میں لگے ہوئے تھے۔ اسی درمیان ایسی آہستگی کے ساتھ ان کو آخری سانس آیا جیسے کوئی کان میں کہہ رہا ہو یا ایتہا النفس المطمئہ۔۔۔۔۔۔ نماز جنازہ کا اعلان اگلے دن دس بجے کا ہوا۔ مدرسہ کے میدان میں نماز جنازہ میری درخواست بلکہ اصرار پر گرامی قدر سجاد بھائی نے پڑھائی۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ سنبھل میں ماضی قریب میں اتنا مجمع کسی جنازے میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ ساڑھے دس بجے اپنے آبائی قبرستان میں والدہ مرحومہ کی بغل میں ان کو ابدی آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا —— ایک اور مسافر کی راہ تمام ہوئی۔

اس عاجز نے بھائی صاحب مرحوم کی جو کیفیت دیکھی۔ دل چاہا کہ اسکو دعاء مغفرت کی التجا کے ساتھ الفرقان میں دے دیا جائے، ہوسکتا ہے کہ یہ کسی کی جاگ کا ذریعہ بن جائے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بھی۔ پیارے رب کریم سے پوری امید ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ان کی حسنات کو قبول فرما کر رحمتوں و بہاروں کا ذریعہ بنا دیا ہوگا۔

اللہم اکرم نزلہ، ووسع مدخلہ، وابدلہ داراً خیراً من دارہ، واھلاً خیراً من اھلہ، ان کا یہ چھوٹا سبھی قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست کرتا ہے اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے ان کی حسنات کو قبول فرمائے، کمیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

غمزدگی کے اس موقع پر جن محسنوں نے اپنے تسلی بھرے تعزیتی کلمات سے کسی طرح نوازا میرا پورا گھر ان کا ممنون و شکر گزار ہے۔

☆☆☆

یادرفتگاں

مولانا مفتی محمد اسلم امروہی ✶

گذرجائیں گے اہل درد، رہ جائے گی یاد ان کی

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ کی ایک اہم یادگار رخصت ہوئی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ جانے ہی کے لیے آیا ہے، جانا ہر ایک کو ہے، آگے پیچھے نمبر لگے ہوئے ہیں، نہ جانے کتنے لوگ اس عالم رنگ و بو سے روزانہ رُخصت ہوتے ہیں اور خاکِ ارض ان کو ہضم کر جاتی ہے اور ان کی موت پر کوئی کف افسوس ملنے والا بھی نظر نہیں آتا، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی وفات ہزاروں لوگوں کو سوگوار بنا دیتی ہے اور ان کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے، جس سے امت کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ انہیں شخصیات میں سے ایک گم نام مگر غیر معمولی اوصاف کے حامل، حضرت مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ کے شاگرد و مسترشِد اور آپ کے خادم خاص، ان کی روحانی توجہات کے مرکز، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ کے مؤقر اور قدیم استاذ حضرت مولانا محب الحق صاحب پروہی مدھوبنی (بہار) نور اللہ مرقدہ اپنی زندگی کے ۶۲ سال مکمل کر کے گذشتہ ۲۴ رشوال المکرم ۱۴۳۴ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار صبح ۵:۱۵ رمنٹ پر جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ، کے ایک حجرے میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت فریدیؒ سے آپ کا تعلق:

حضرت مولانا محب الحق صاحبؒ ان خوش نصیب افراد میں سے تھے جن کو حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ کی تقریباً ۲۱ سال خدمت، صحبت اور مستقل استفادہ کا شرف حاصل رہا۔ اور حضرت مفتی صاحب کی بینائی کے ختم ہونے کے بعد آپ کے سفر و حضر کے ساتھی بلکہ ان کے دن رات کے ہاتھ اور آنکھ بنے رہے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں: ۱۹۷۳ء میں درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت فریدیؒ نے احقر

✶ استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ

سے فرمایا ''تمہیں امروہہ سے جانا نہیں ہے، ہمارے ساتھ رہنا ہے۔'' اس دن سے آخر تک آپ کی خدمت کی سعادت سے بہرہ ور رہا، آپ نے احقر کو اپنی اولاد کی طرح رکھا اور اس قرب کی یہ انتہاء ہے کہ اپنے انہیں ہاتھوں سے آپ کی ابدی آرام گاہ تک جا کر لٹایا۔ (فیضانِ نسیم ر ۴) حضرت فریدیؒ کو عربی، فارسی اور اردو کے مآخذ، مخطوطات، مضامین ومقالات، تصحیح وتقریظ کے لیے آئے ہوئے مسودات پڑھ کر سناتے۔ مفتی صاحبؒ کے ان سے حاصل شدہ نتائج کو قلمبند کرتے، ان کے جمع کردہ ملفوظات ومکتوبات کی تلخیص وترتیب بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے حضرت مولانا فریدیؒ کی وفات کے بعد اُن کے لائق و فائق برادرزادے ڈاکٹر نثار احمد صاحب نظامی فاروقیؒ سے کہا: ''آپ چچا میاں کے بارے میں مولانا محب الحق صاحب سے ضرور لکھوائیں، چاہے وہ جیسا بھی لکھیں۔'' پھر خود ہی ان کے برادرِ خورد جناب انیس احمد صاحب فاروقی کو مکتوب لکھا:

> ''برادرِ عزیز مکرم مولوی محب الحق صاحب مولانا کے خادم خاص کی حیثیت سے مدت تک خدمت میں رہے، یقیناً ان کے علم میں مولانا علیہ الرحمہ کی بہت سی ایسی باتیں اور واقعات ہوں گے جو بندگان خدا کے لیے سبق آموز اور رشد وہدایت کا وسیلہ بنیں گے، وہ ان کو جمع کر دیں، انشاء اللہ انہیں کے نام سے الفرقان کے فریدی نمبر میں شامل کر لیے جائیں گے۔''

چنانچہ حضرت مولانا محب الحق صاحبؒ نے آپ کے حالات پر قلم اُٹھایا اور سادے انداز میں اتنا عمدہ اور جامع مضمون لکھا کہ جب وہ ''الفرقان'' میں شائع ہوا تو اہل علم ونظر سے اس قدر دادِ تحسین حاصل ہوئی جس کا اظہار حضرت نعمانی نے آپ کو ایک طویل مکتوب میں لکھ کر فرمایا، جس کی تلخیص درجِ ذیل ہے:

> ''برادرِ عزیز! مکرم مولانا محب الحق صاحب زیدت حسناتکم۔ خدا کرے سب بخیر وعافیت ہوں، غالباً فریدی نمبر شائع ہونے کے بعد نہ تو آپ سے ملاقات ہوئی اور نہ میں نے کوئی خط لکھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کے مضمون سے مولانا علیہ الرحمہ کے بارے میں بہت سی ایسی باتیں علم میں آئیں جو اتنے قدیم مخلصانہ تعلق کے باوجود میرے علم میں نہیں تھیں، مجھے ان باتوں کے علم میں آنے سے بتوفیقہ تعالیٰ بڑا نفع ہوا اور اپنی محرومیوں کا شدید احساس بھی، لیکن

افسوس! اس ضعف اور مختلف امراض کی وجہ سے ایسے حال میں ہوں کہ تلافی مافات کی کوئی امید نہیں جس پر استغفار کرتا ہوں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

جو بے شمار خطوط لوگوں کے موصول ہوئے ان سے معلوم ہوا کہ عام طور سے پڑھنے والوں کو بڑا دینی نفع پہنچا اور یہی اصل کام آنے والی چیز ہے، اس میں بڑا حصہ آپ کا ہے، آپ کے سیدھے سادے مضمون نے مجھے اور دوسرے ناظرین کو بہت زیادہ متاثر کیا اور دلوں میں نیک جذبہ پیدا ہوا کہ کاش! ایسی زندگی کسی درجہ میں نصیب ہو جائے۔'' (محمد منظور نعمانی ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۹)

حضرت مفتی صاحبؒ کی رفاقت اور خدمت کی برکت سے موصوف کو تحریری تربیت اور اس پر قدرت بھی حاصل ہوگئی تھی، جس کا بعد میں خوب ظہور ہوا۔اس کا کچھ اندازہ حضرت مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی مدظلہ کے اس درج ذیل مکتوب سے لگایا جاسکتا ہے جو موصوف نے الفرقان کا فریدی نمبر پڑھ کر اُن کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔

''برادر مکرم! مولوی محب الحق صاحب سلام مسنون، ''الفرقان'' کا فریدی نمبر ابھی دو چار دن ہوئے مجھے ملا، بلا مبالغہ سب سے زیادہ اچھا آپ کا مضمون لگا، بڑی دعائیں دل نے آپ کو دیں، کیوں؟ آپ نے مولاناؒ سے بہت بھرپور واقفیت کا سامان بہم پہنچایا اور پھر مضمون کا مزاج بھی بالکل وہ ہے جو مولانا کے تذکرہ کا ہونا چاہئے۔ وہی سادگی جو مولانا کی شان تھی اور اس سادگی میں دلکشی، مولانا سے اتنا تعلق ہونے کے باوجود، ان کے کسی گوشے سے بھی گہری واقفیت نہ تھی، اس نمبر نے پہلی مرتبہ کچھ واقفیت کا سامان کیا اور آپ کے مضمون نے بالخصوص۔ آپ کے مضمون سے بایں معنی بھی خوشی ہوئی کہ آپ نے الحمدللہ مولانا سے پورا ہی کسب فیض کیا ہے، حتیٰ کہ تحریر پر قدرت بھی۔کیا آپ اس سے پہلے بھی لکھتے رہے ہیں؟ اگر نہیں! تب تو اس مضمون کو مولانا کی کرامت ہی کہنا پڑے گا، مجھے زندگی میں بھی حسرت تھی کہ کچھ وقت مولانا کے ساتھ امروہہ میں گذاروں اور اب جو تفصیلی حالات معلوم ہوئے تو اور بھی زیادہ

ہوگئی، مگر میرے جیسے کم ہمت آدمی کا کہاں یہ نصیب ہوسکتا تھا، مولانا جس طرح تحقیقی کام زندگی بھر کرتے رہے کاش ان کی روایت کو باقی رکھنے اور آگے بڑھانے کا کوئی سامان امروہہ میں ہوجاتا۔ بشرطیکہ ان کی سادگی اور پِتہ ماری کی روایت بھی باقی رکھی جاسکتی ہو۔ کاش! اللہ غیب سے اس مردِ فقیر کی اس حیات بعد الممات کا انتظام کرے۔'' دعاگو عتیق الرحمن سنبھلی، لندن۔ ۲۴ر اگست ۱۹۸۹ء

نام ونسب اور ابتدائی تعلیم

آپ کا نام محب الحق اور آپ کے والد کا نام محمد حنیف تھا، شیخ صدیقی خاندان سے آپ کا تعلق تھا، آپ ضلع مدھوبنی کے ایک گاؤں ''پروہی'' میں ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے اور ناظرہ اردو، عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں پڑھ کر ۱۹۶۷ء میں جامع مسجد، امروہہ میں عربی دوم میں داخل درس ہوگئے اور ۱۹۷۳ء میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

آپ کے مشہور اساتذہ

جامعہ میں اپنے وقت کے اساطین علم اور ارباب فضل وکمال سے علم حاصل کیا، خصوصاً حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ، حضرت مولانا شبیہ احمد خاں صاحب فیض آبادیؒ، حضرت مولانا سید طاہر حسن صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا منظور احمد صاحب ڈھکیاویؒ، حضرت مولانا محمد اکمل صاحب، حضرت مولانا عزت اللہ صاحب امروہیؒ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب جویاوی دامت برکاتہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

صبر وقناعت

حضرت مولاناؒ نے اپنا بچپن، جوانی بلکہ پوری زندگی بہت تنگی اور پریشانی میں گذاری، مگر کبھی اس کا اظہار بھی نہیں فرمایا، بہت صبر وقناعت سے کام لیا جب تک مدرسہ میں پڑھایا حسبۃً للہ فارسی کتابوں کی تعلیم دی، کبھی مشاہرہ نہیں لیا۔ امسال رمضان سے قبل موجودہ مہتمم حضرت مولانا سید محمد طارق صاحب مدظلہ نے آپ کا وظیفہ مقرر فرمادیا تھا، مجھ سے فرمایا تھا کہ ''اب میں مدرسہ میں پورا وقت پڑھایا کروں گا اس لیے کہ حضرت مہتمم صاحب نے تنخواہ مقرر فرمادی ہے۔''

سادگی وتواضع

موصوف فطرۃً بڑے نیک، متواضع، منکسر المزاج اور بہت کم گو تھے، کوئی بات معلوم کی جاتی تو بتادیتے ورنہ خاموش رہتے۔ یہ چیز بھی آپ کو اپنے شیخ ومرشد، محسن ومربی حضرت فریدیؒ سے ورثے میں ملی تھی۔ بہت سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے، مدرسہ کے اوقات کے علاوہ اکثر کرتے وتہبند میں ہی نظر آتے۔ آپ کی تواضع وسادگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے شیخ ومرشد کے حکم پر محلہ سرائے کہنہ، امروہہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت کی خدمت انجام دیتے رہے، اور آخر تک اس کے ایک چھوٹے سے کمرے میں جس میں کتابوں اور رسائل کے علاوہ کچھ اور نظر نہ آتا تھا، اپنی عمر کا ایک طویل عرصہ تقریباً ۴۳ سال گذار دیئے۔ بہت مختصر سامان تھا اور دو بکس تھے، غالباً وہ بھی کتابوں سے ہی بھرے ہوئے تھے۔ رمضان سے چند ماہ قبل مجھ سے فرمانے لگے کہ ''اب جی یہ چاہتا ہے کہ مدرسہ میں رہنے لگوں اور مسجد چھوڑ دوں۔'' حضرت مہتمم صاحب سے اس سلسلے میں بات کی اور انتظامیہ نے مدرسہ میں ایک کمرے کا انتظام کردیا۔

راقم الحروف کا حضرت سے تعلق

سن ۲۰۰۴ء میں جب احقر کا تقرر جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ میں ہوا، جامعہ چونکہ احقر کا مادرِ علمی بھی ہے اور اس وقت اکثر اساتذہ بھی موجود تھے، لہٰذا جذبہ پیدا ہوا کہ اپنے مدرسہ کا تعارف شائع ہو۔ اس نیت سے کتابوں کی ورق گردانی، تلاش وجستجو شروع کی اور اچھا خاصہ مواد جمع کرلیا، پھر اس کی تلخیص کرکے ''جامعہ اکابر کی نظر میں'' تیار کرکے مہتمم جامعہ کے حکم سے حضرت مولاناؒ کی خدمت میں برائے اصلاح پیش کیا، اس وقت حضرت کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوا، اس کی اصلاح کے بعد اس رسالے کو شائع بھی کرایا۔ اس کے بعد جامعہ سے منسلک اہم شخصیات کے حالات جمع کرنے کا ذوق ہوا اس کے لیے ''امروہہ کی مثالی شخصیات'' کے عنوان سے کام شروع کیا۔ کافی مواد جب جمع ہوگیا تو اس کے بعد حضرت مولاناؒ کی خدمت میں پیش کیا، انھوں نے بڑی شفقت فرمائی، خوشی کا اظہار فرمایا، بہت حوصلہ افزا کلمات کہے اور پھر فرمایا کہ ''حضرت مفتی صاحب اس موضوع پر بہت کام کرگئے ہیں اور وہ ''الفرقان'' اور ''ترجمان دارالعلوم'' وغیرہ میں چھپ بھی چکا ہے، اگر صرف انہی کو جمع کرکے شائع کردیا جائے تو یہ بہت بڑا کام ہوجائے گا اور مجھے سب

معلوم ہے، اس لیے اگر تم میرا تعاون کرو تو میں ان سب کو جمع کر دوں۔" احقر نے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے فوراً اس بات کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضرتؒ نے ان کو جمع کرنا شروع کر دیا اور الحمدللہ احقر نے ہر ممکن تعاون بھی کیا، جس کی وجہ سے امید ہے کہ جس طرح یہ خدمات مصنف ومرتب کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گی، اس حقیر کے حصے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور آئے گا، ان شاء اللہ۔ اس بہانے حضرت سے تعلق بڑھتا گیا، حضرت کے ساتھ سفر میں بھی رہنا ہوا۔ بڑے بڑے اکابر سے ملاقات اور ان کی علمی مجلس میں شرکت کا حضرت ذریعہ بنے۔

ذوق مطالعہ

حضرت مولانا فریدیؒ کی صحبت سے اللہ تعالیٰ نے موصوف کو مطالعہ کا ایسا ذوق عطا فرمایا تھا کہ بہت کم لوگوں میں ایسا ذوق نظر آتا ہے۔ عام طور پر جب بھی ملاقات ہوتی، ہاتھ میں کوئی کتاب یا رسالہ ہی نظر آتا۔ چھوٹی سی مسجد کا ایک چھوٹا سا کمرہ اور کتابیں، نہ کہیں آنا، نہ کہیں جانا، مدرسہ میں دو تین گھنٹے شروع میں پڑھانے آتے اور پھر مسجد جا کر اپنا سارا وقت مطالعہ میں گزارتے۔ مولانا فریدیؒ کے انتقال پر تعزیتی تقریر کرتے ہوئے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے ان کے بارے میں جو فرمایا تھا "مولانا فریدیؒ کو علم سے ایسا ہی تعلق تھا جیسا مچھلی کو پانی سے ہوتا ہے" ہمارے ممدوح میں بھی اس جملے کی کچھ جھلک نظر آتی تھی۔

قوت حافظہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حافظہ بھی بلا کا عطا فرمایا تھا، حضرت فریدیؒ کی خدمت اور مطالعہ کی کثرت نے دماغ کو مزید روشن کر دیا تھا۔ اکابر کے حالات و واقعات اور ان کی تاریخیں ازبر یاد تھیں، احقر راقم الحروف جب کسی بزرگ کے بارے میں معلوم کرتا تو ان کے پورے حالات ذکر فرما دیتے تھے، کب پیدا ہوئے، کہاں پیدا ہوئے، کہاں کہاں پڑھا، کس کس سے پڑھا، کہاں کہاں پڑھایا، کون کون شاگرد ہیں، پوری تفصیل بتا دیتے تھے۔ کسی کتاب کے بارے میں معلوم کرتا تو پوری اس کی ہندی کی چندی فرما دیتے کہ فلاں صاحب اس کے مصنف ہیں، فلاں فلاں جگہ سے یہ کتاب، فلاں فلاں سن میں چھپی، فلاں کتاب کا وہ چربہ ہے، اس کتاب کے بارے میں فلاں کی یہ رائے ہے، اس موضوع پر ہے، یہ حقیر حیرت زدہ رہ جاتا۔ اس سے آپ کا ذوق مطالعہ اور قوت حافظہ کا علم ہوتا ہے۔

علمی اسفار

مطالعہ کے ذوق اور تحقیقی ذہن کی وجہ سے متعدد علاقوں اور شہروں کے کتب خانوں اور ذاتی ذخیروں کو کھنگالنے کے لیے مسلسل اسفار فرماتے۔ حضرت فریدیؒ کے رفیق سفر بن کر میرٹھ، پھلت، پھلاودہ، نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، دیوبند، کاندھلہ، سہارنپور اور نہ جانے کہاں کہاں گئے اور بعد میں بھی یہ سلسلہ مستقل جاری رکھا۔ جب سے احقر کا تعلق ہوا ہمیشہ راقم الحروف کو بھی سفر میں ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ بارہا کاندھلہ، دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون و دیگر مقامات پر ساتھ جانے کا شرف حاصل ہوا۔

تصنیف و تالیف:

تدریسی خدمات اور حضرت فریدیؒ کے مضامین، مقالات، ملفوظات اور مکتوبات کو شائع کرنے کے علاوہ تصنیفی سلسلہ بھی جاری رہا، چند تالیفات شائع ہو چکی ہیں اور بعض زیر طبع ہیں جن کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) فیضانِ نسیم: حضرت فریدیؒ کے حالات پر لکھا گیا وہ مقالہ جو ''الفرقان'' کے ''فریدی نمبر'' میں اختصار کے ساتھ شائع ہوا جس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ شروع میں ذکر کردہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ اور حضرت مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی کے مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے۔ بعد میں ملفوظات اور مکتوبات کا اضافہ کر کے کتابی شکل میں ۳۵۶ر صفحات پر ''فیضانِ نسیم'' کے نام سے شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ سے شائع کرائی۔

(۲) سیرت ذوالنورین: امیر المومنین خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت پر جامع اور مختصر رسالہ جو ''سمندر کو سمیٹ کر کوزہ میں بھر دیا'' کا مصداق ہے۔

(۳) مکتوبات نعمانی: مولانا محمد منظور نعمانی کے وہ خطوط جو حضرت نے نواب عزیز الٰہی خاں حسن پوری کے نام تحریر فرمائے تھے۔

(۴) مکتوبات مشاہیر: اکابر کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو انھوں نے نواب عزیز الٰہی خاں حسن پوری کے نام تحریر فرمائے۔

(۵) اردو تفاسیر و تراجم: علماء دیوبند کی تفسیری خدمات پر ایک نہایت جامع اور مختصر رسالہ ہے، یہ

ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام ہونے والے مؤرخہ ۲۰، ۲۱، ۲۲/مئی ۲۰۰۰ء بروز، ہفتہ، اتوار، پیر ''حضرت نانوتویؒ پر تاریخی سمینار'' کے موقع پر مفسر قرآن حضرت مولانا سید اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلویؒ کے حکم پر لکھا گیا تھا۔

جس کی افادیت کا اندازہ مطالعہ سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

(۶) مقالات فریدی (تین جلدیں): حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ کے علمی و تحقیقی مضامین کا مجموعہ جو حضرت نے ''الفرقان'' اور ''ترجمان دارالعلوم'' وغیرہ رسائل میں شائع فرمائے تھے، موصوف نے ان سب کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع فرما کر حضرت کے تمام کفش برداراں پر احسان فرمایا۔ پہلی جلد میں ۹/اکابر کے تفصیلی حالات جمع ہوگئے ہیں جو ۱۸۰/صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد ۱۲ مقالے اور ۲۹۰/صفحات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد میں ۱۵/مقالے شامل ہیں جو ۱۸۴/صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) سید العلماء: یہ کتاب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگرد خاص، حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہی کی تفصیلی سوانح ہے جو حضرت فریدیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے رسالہ ترجمان میں ۹/قسطوں میں شائع کی تھی جو ۱۷۶/صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸) حکیم الامت کی محفل ارشاد: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشادات وملفوظات کی جامع تلخیص ہے جو ''الفرقان'' میں ۲۳/قسطوں میں شائع ہو کر سینکڑوں لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ اب کتابی شکل میں ۲۲۴/صفحات پر شائع ہوئے ہیں۔

(۹) زیارت حرمین: حضرت فریدیؒ کا ایک سفرنامہ حج ہے جو آپؒ کے آج سے ۵۲ سال قبل تحریر فرمایا تھا اور ''الفرقان'' میں پانچ قسطوں میں شائع کیا تھا۔ یہ سفرنامہ بیش قیمت افادات ومعلومات پر مشتمل ہے جس کا اندازہ قارئین کو مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔ یہ ۱۲۸/صفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۰) جواہر پارے: اس کتاب میں فقیہ النفس، مجدد زمانہ، جامع شریعت وطریقت، شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے ان مکتوبات کا خلاصہ ہے جو احسان وتصوف، اخلاق ومعاملات، ذکر وفکر سے متعلق ہیں۔ حضرت فریدیؒ نے ''مکاتب رشیدیہ'' مرتبہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی اور ''مفاضات رشیدیہ'' مرتبہ حضرت مولانا نورالحسن صاحب کی تلخیص ماہنامہ الفرقان کی ۱۵/قسطوں میں ''جواہر پارے'' کے عنوان سے شائع کرائے، جو اب کتابی شکل میں ۱۶۰/صفحات پر شائع ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ اور کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہونے ہی والی تھیں کہ حضرتؒ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان شاء اللہ بہت جلد ان کو منظر عام پر لایا جائے گا۔ سبھی قارئین سے درخواست ہے کہ حضرتؒ کی مغفرت کے لیے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔

مرض کی ابتداء

اواخر رمضان میں تقریباً چالیس سال بعد پہلی مرتبہ بیوی بچوں اور اعزاء اقرباء کے ساتھ اپنے اصلی وطن پروہی مدھوبنی بہار میں عید کرنے گئے۔ ستائیسویں روزہ کو دل کا عارضہ پیش آیا، مختلف دوائیاں اور کئی کئی انجکشن لگانے کے بعد درد قابو میں آیا اسی تکلیف کی حالت میں باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے پر روزے پورے کیے، عید کے چند روز بعد اپنے استاذ محترم شیخ کامل، مشفق و محسن مربی حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؒ کو خواب میں دیکھا، حضرت فرمارہے ہیں ''یہاں کیوں پڑے ہو، چلو امروہہ'' خواب دیکھنا تھا کہ امروہہ آنے کے لیے بے چین ہوگئے، گھر والوں نے طبیعت کی خرابی کی وجہ سے امروہہ نہ جانے پر اصرار کیا لیکن حضرت مولاناؒ کسی طرح رکنے کے لیے تیار نہ ہوئے، چھ یا سات شوال کو مدرسہ تشریف لے آئے، مدرسہ آتے ہی احقر راقم الحروف کو فون کیا، میں فوراً پہنچا، کمزوری اور نقاہت چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔ خیر و عافیت معلوم کرنے پر اپنی طبیعت اور مفتی صاحب کے خواب کا تذکرہ فرمایا اور خود ہی اس کی تعبیر بھی بیان فرمادی کہ ''اب میں زیادہ دن تک زندہ نہیں رہوں گا۔'' میں نے عرض کیا ''حضرت! اس کا مطلب یہ نہیں ہے'' بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت فرمارہے ہیں کہ میرے جن کاموں کو تم کر رہے تھے، ان کو جلد پورا کرو۔'' بہرحال ۱۱؍شوال کو مدرسہ کھل گیا اور آپ داخلے کی کاروائیوں میں مصروف ہوگئے۔ ۱۵ تاریخ میں دوبارہ دل کا عارضہ پیش آیا، مرادآباد کے ایک ہسپتال ''وویکانند'' میں ایڈمٹ کردیا گیا۔ پانچویں دن ڈاکٹروں کے مشوروں سے دہلی اروند میں ایڈمٹ کیا، دو دن وہاں رہے، تیسرے دن چھٹی ہوگئی۔ امروہہ آنے کے لیے اصرار کرنے لگے بمشکل تمام ایک دن کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے دفتر مسجد عبدالنبی میں قیام کرایا۔ ہفتہ کے دن ۲۳؍شوال کو دوبارہ ڈاکٹروں کو دکھایا، طبیعت اطمینان بخش تھی، ڈاکٹروں نے دوائیاں دے کر اور بائی پاس سرجری کرنے کے لیے ایک مہینہ کے بعد کا وقت دے کر چھٹی کردی۔ چنانچہ آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ رضوان صاحب نے جو دہلی ہی میں مقیم ہیں، اپنے گھر لے جانا چاہا لیکن کسی طرح وہاں رکنے کے لیے تیار نہ ہوئے، چنانچہ شام کو انٹرسٹی سے امروہہ کے لیے روانہ ہوئے اور عشاء کے وقت مدرسہ پہنچ گئے۔

وفات

رات ساڑھے گیارہ بجے تک احقر حضرتؒ کے پاس بیٹھا رہا، طبیعت میں الحمدللہ بڑا اطمینان تھا، کھانا وغیرہ کھایا اور آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ میں یہ کہہ کر کہ حضرت! بھائی عبدالصبور نے لیپ ٹاپ کا انتظام کر دیا ہے، اب کمرے میں لیٹے لیٹے صبح سے کام شروع فرما دیں، مسکرا کر فرمایا ''ٹھیک ہے'' پھر احقر اپنے گھر چلا گیا، صبح سوا پانچ بجے جبکہ احقر فجر کی نماز کی تیاری کر رہا تھا، حضرتؒ کے صاحبزادے مفتی امدادالحق صاحب کا فون پہنچا، موبائل ریسیو کرتے ہی ان کی آواز آئی ''جلدی آیئے، ابو کی طبیعت دوبارہ خراب ہوگئی'' احقر فوراً مدرسہ پہنچا، مگر اس وقت تک حضرت کی روح پرواز کر چکی تھی، یقین نہ تھا، اس لیے فوراً ایمبولینس منگوا کر دل کے ماہر ڈاکٹر جن کا پہلے بھی علاج ہو چکا تھا، کے پاس لے کر گئے، انھوں نے دیکھ کر وہ بات بتائی جس کو قبول کرنے کے لیے دل آج تک آمادہ نہیں۔ مدرسہ واپس لائے، آناً فاناً پورے علاقے میں اطلاع ہوگئی، جامع مسجد چاہنے والوں سے بھر گئی۔ آپ کے صاحبزادگان اپنے وطن لے جانے پر مصر رہے، بہت سمجھایا بھی گیا لیکن گھر کی عورتیں راضی نہ ہوئیں۔ آپ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ میری نمازِ جنازہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب پڑھائیں۔ چنانچہ غسل کرایا گیا اور نمازِ جنازہ پڑھنے کی فوراً تیاری کی گئی۔ حضرت مولانا کی اقتداء میں سینکڑوں لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ ایمبولینس آنے میں کافی تاخیر ہوئی اور تقریباً دو بجے جامع مسجد سے ان کے جنازہ کو روانہ کیا گیا، دوسرے دن صبح ۹ ؍بجے یہ لوگ اپنے گھر پہنچے اور تقریباً ساڑھے دس بجے اعزاء اقرباء نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ کر ہمیشہ کے لیے ان کے جسد کو خاک کے سپرد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لحد کو جنت کا باغیچہ بنائے۔ آمین

پسماندگان

آپ کے پسماندگان میں پانچ صاحبزادے: حافظ رضوان الحق، ضیاء الحق، مفتی امدادالحق، مولوی احترام الحق، محبوب الحق اور نسیم الحق اور ایک صاحبزادی بریرہ ہیں۔ مفتی امدادالحق اس وقت دارالعلوم حیدرآباد میں اور مولوی احترام الحق بمبئی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

☆☆☆